من عاش بعد الموت

ترجمہ

کون کہتا ہے ولی مر گئے

تالیف

أبی بکر عبد اللہ بن عبید بن سفیان القرشی

المعروف بابن أبی الدنیا (المتوفی ۲۸۱)

مترجم

حضور فیضِ ملّت مُفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ الحافظ ابو صالح

مُفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی نور اللہ مرقدہ

(متوفی ۱۴۳۱ھ-۲۰۱۰ء)

محشی

ابو آصف مُفتی محمد کاشف المدنی مدظلہ العالی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيۡكَ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ

من عاش بعد الموت

المعروف

کون کہتا ہے ولیؔ مر گئے

تالیف: أبي بكر عبد الله بن محمد بن عبيد بن سفيان القرشي **المعروف بابن أبي الدنيا** (المتوفي 281)

مترجم: حضرت علامہ ابو الصالح مفتی **محمد فیض احمد اُویسی رضوی** محدث بہاولپوری نور اللہ مرقدہ

(متوفي: 1431ھ، 2010ء)

محشی: ابو آصف مفتی **محمد کاشف قادری المدنی** مدظلہ العالی

نوٹ: اگر اس کتاب میں کمپوزنگ کی کوئی بھی غلطی پائیں تو برائے کرم مندرجہ ذیل ای میل ایڈریس پر مطلع کریں تاکہ اُس غلطی کی تصحیح کرلی جائے۔ (شکریہ)

admin@faizahmedowaisi.com

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اللہ تعالیٰ نے بے شمار مخلوقات تخلیق فرمائی اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا پھر انسانوں میں بھی مختلف مراتب اپنے بندوں کو عطا فرمائے۔ اپنے محبوب رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے افضل اور رسولوں اور نبیوں علیٰ نبیّناو علیہم السلام کو دیگر تمام انسانوں سے افضل قرار دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو بھی عظیم الشان مراتب عطا فرمائے۔ فضیلتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے وہ جسے جو فضیلت عطا فرمائے کسی کو حقِ اعتراض حاصل نہیں۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے: قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ (آلِ عمران ۳/۷۳)

ترجمہ: تم فرمادو کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے جسے چاہے دے۔

اس آیتِ کریمہ سے مسلمان کو دو ہدایتیں ہوئیں۔

ایک یہ کہ مقبولات بار گاہ احدیت میں اپنی طرف سے ایک کو افضل دوسرے کو مفضول نہ بتائے کہ فضل تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔

دوسرے یہ کہ جب دلیل مقبول سے ایک کی افضلیت ثابت ہو تو نفس کی خواہش اپنے ذاتی علاقہ، نسب یا نسبت، شاگردی یا مریدی وغیرہ کا اصلاً دخل نہ دے کہ فضل ہمارے ہاتھ نہیں کہ اپنے آباو اساتذہ و مشائخ کو اوروں سے افضل ہی کریں جسے خدا نے افضل کیا وہی افضل ہے اگرچہ ہمارا ذاتی علاقہ اس سے کچھ نہ ہو اور جسے مفضول کیا وہی مفضول ہے اگرچہ ہمارے سب علاقے اس سے ہوں۔ یہ اسلامی شان ہے مسلمان کو اسی پر عمل کرنا چاہیے اور اس اعتبار سے جب اللہ کے اولیا کی شان کو دیکھا جائے تو اللہ کریم فرماتا ہے: اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (الحجرات ۴۹/۱۳)

ترجمہ: بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

پتہ چلا کہ تقویٰ ہی افضلیت کا معیار ہے۔ اس جہت سے جب اللہ کے اولیاء کو دیکھا جائے تو قرآن رہنمائی کرتے ہوئے بیان کرتا ہے:

اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ (الانفال:۸/۳۴)

ترجمہ: اس کے اولیاء تو پرہیز گار ہی ہیں۔

دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا:

اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ (یونس:۱۰/۶۳-۶۲)

ترجمہ: سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم، وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں۔

جب اللہ کسی کو اپنا ولی بنالیتا ہے تو اسے کئی جہتوں سے دوسروں پر فضلیت عطا فرماتا ہے یہاں تک کہ ان سے دشمنی رکھنے والے سے اعلانِ جنگ فرماتا ہے، امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ حدیثِ مبارک لکھتے ہیں:

عن ابی هريرة، قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم "ان اللّٰه قال: مَن عادَى لى ولياً فقد آذنته بالحَربِ"

یعنی حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے ولی سے دشمنی کی میں نے اس سے اعلان جنگ کرلیا۔

اور جب وہ اپنی زندگی گزار کر دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف جاتے ہیں تو اللہ ان کی قبر کو روشن کردیتا ہے انہیں حیات بھی عطا فرماتا ہے۔

لہذا امام ابو بکر عبداللہ بن محمد المعروف ابن ابی الدنیا علیہ الرحمہ نے تیسری صدی ہجری میں اولیاء کی حیات پر "من عاش بعد الموت" کے نام سے رسالہ تحریر کیا جس کا ترجمہ مفسرِّ اعظم پاکستان مفتی فیض احمد اویسی رحمہ اللہ نے "کون کہتا ہے ولی مر گئے" کے نام سے کیا جو کہ مولانا محمد یوسف اویسی صاحب (کراچی) کے ذریعے (پرنٹ کی صورت میں) اور اس ترجمہ کا مسودہ (فیض ملت علیہ الرحمہ کے ہاتھ سے لکھا ہوا) غیر مطبوع بہاولپور سے ملا اور علامہ کاشف المدنی صاحب نے اس ترجمہ کا عربی نسخے سے تقابل، پروف ریڈنگ اور حواشی کا کام کیا۔ فقیر نے اس ترجمہ کو پڑھا۔ بحمد اللہ اسے مفید پایا۔

موصوف (علامہ کاشف المدنی صاحب) ایک عرصے سے جمعیتِ اشاعتِ اہلسنّت (پاکستان) کے "دار الافتاء النّور" میں تدریب کے سلسلہ میں میرے ساتھ کام کر رہے ہیں۔

اس سے پہلے یہ ترجمہ کبھی نہیں چھپا اور اب پہلی بار اس ادارے کی طرف سے شائع ہو رہا ہے۔ لہذا ادارہ اس کو اپنے سلسلہ اشاعت نمبر 306 پر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل موصوف کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور موصوف کے علم میں بہت بہت برکتیں عطا فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین ثم آمین

کتبہ عبدہٗ

محمد عطاء اللّٰه النعيمی غفرله

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ

آپ کا نام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید بن سفیان بن قیس القرشی ہے۔ آپ کی پیدائش بغداد میں اوائل قرن ثالث سنہ ۲۰۸ھ میں ہوئی۔

اساتذہ:

آپ کے اساتذہ میں حضرت سعید بن سلیمان واسطی، ابراہیم بن منذر حزامی، خالد بن خداش مہلبی، علی بن جعد جوہری، عباد بن موسیٰ ختلی، خلف بن ہشام بزار، محرز بن عون، خالد بن مرادس، احمد بن جمیل مروزی، محمد بن جعفر ورکانی اور داؤد بن عمرو ضبی ہیں۔

تلامذہ:

آپ کے شاگردوں میں حارث بن ابو اسامہ، محمد بن خلف وکیع، محمد بن خلف بن مرزبان، عبید اللہ بن عبد الرحمٰن سکری، ابوذر قاسم بن داؤد کاتب، عمرو بن سعد قراطیسی، حسین بن صفوان برذعی، احمد بن سلمان نجاد، ابو سہل بن زیاد، احمد بن فضل بن خزیمہ، ابو جعفر بن بریہ ہاشمی اور ابو بکر شافعی وغیرہم شامل ہیں۔

اقوالِ علما:

علماو فضلاء آپ کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے معترف تھے۔

ابن ابی حاتم نے فرمایا کہ میں نے اپنے باپ کے ساتھ ان سے بہت کچھ سیکھا اور میرے والد فرماتے تھے کہ وہ بغدادی صدوق ہیں۔

ابن ندیم نے فرمایا کہ ابن ابی الدنیا متقی، زاہد اور اخبار و روایات کے عالم تھے۔

ابن کثیر نے لکھا: ابن ابی الدنیا حافظ الحدیث تھے اور انہوں نے ہر فن میں تصانیف لکھیں۔ اپنے دور میں کثیر التّصانیف مشہور تھے اور روایت میں صدوق اور حافظ الحدیث تھے۔

امام ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں لکھا: امام ابن الدنیا صدوق و ادیب اور تاریخ دان تھے، انہیں کتبِ اخلاق و تصوف میں زیادہ دلچسپی تھی اور کثیر العلم تھے اور ان کی حدیث کی روایت غایۃ علو (اونچے مرتبے) پر ہے، ابنِ بخاری اور ان کے درمیان صرف چار واسطے ہیں۔

جمال الدین ابو محاسن بن تغری بردی نے فرمایا: ابن ابی الدنیا اولادِ خلفاء کے اتالیق رہے، مقتدر اور اس کا بیٹا مکتفی باللہ آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ بڑے علم، زاہد، متقی اور عابد تھے۔ آپ کی بہترین اور کثیر تصانیف ہیں جو بعد میں آنے والے علوم وفنون میں ان کی عیال ہیں۔ آپ سے بہت سے لوگوں نے علمی استفادہ حاصل کیا اور علماء آپ کے ثقہ ہونے اور صدق و امانت پر متفق ہیں۔

اور امام زرکلی نے فرمایا: ابن ابی الدنیا ان واعظین سے تھے جو اسلوبِ کلام میں ممتاز ہوتے ہیں اور لوگوں کے قلوب کو متوجہ الی اللہ کرنے میں مؤثر الکلام تھے۔

آپ کے علوم وفنون میں یکتاو بے نظیر ہونے پر آپ کی تصانیف شاہد ہیں جس کی طویل فہرست پیش کی جائے گی۔(ان شاءاللہ)

آپ کی تصانیف سے معلوم ہو گا کہ آپ کیسے جیّد و محقق تھے۔

آپ علوم وفنون میں بے مثال تھے اور خلفاء وامراء کے اتالیق تھے اس کے باوجود قناعت کا یہ حال تھا کہ ان کا مشاہدہ صرف ہر ماہ پندرہ دینار تھا جو تا وصال یہی رہا۔ چنانچہ ابوذر نے کہا کہ میں ہر ماہ آپ کی تنخواہ تاوصال پندرہ دینار وصول کرتا تھا۔

عجیب واقعہ:

ابن ابی الدنیا فرماتے ہیں کہ مکتفی موفق خلیفہ کے ہاں حاضر ہوا تو اس کی تختی اس کے ہاتھ میں تھی۔ موفق خلیفہ نے پوچھا: تیرا نوکر کہاں ہے جبکہ وہ تیری تختی اُٹھاکر لاتا تھا۔ اس نے کہا وہ مر گیا اور اس کی مدرسہ سے جان چھوٹ گئی۔ موفق نے کہا: یہ مقولہ تیرا اپنا نہیں، یہ ہارون الرشید خلیفہ عباسی کا ہے کہ اس نے اپنے بچوں کو حکم دیا تھا کہ وہ ہفتہ میں دو دن پیر اور جمعرات کو اپنی اپنی تختیاں اسے دکھایا کریں۔ ایک دن اس کا بیٹا تختی لے کر آیا تو تختی اس کے ہاتھ میں تھی، پوچھا: تیرا نوکر کہاں ہے، عرض کی وہ مر گیا ہے اور اس کی مدرسہ سے جان چھوٹ گئی۔ کہا تجھے موت مدرسہ میں جانے سے زیادہ آسان ہے؟ اس نے کہاہاں، ہارون الرشید نے فرمایا تو پھر مدرسہ میں جانا چھوڑ دے۔

پھر ابن ابی الدنیا فرماتے ہیں: میں موفق خلیفہ کے پاس گیا مجھے فرمایا آپ کو اپنے استاذ سے کتنی محبت ہے؟ میں نے کہا میں ان سے کیوں محبت نہ کروں جبکہ انہوں نے مجھے ابتدائی عمر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر سکھایا اور علوم وفنون سے نوازا، اس کے علاوہ مجھے انہوں نے اس قدر کمال وہنر سکھائے کہ میں آپ کو ایک منٹ میں رُلا سکتا ہوں، پھر اس لمحہ میں ہنسا بھی سکتا ہوں۔ موفق نے مجھے اپنے تخت کے قریب کر کے کہا: کچھ بات سنائیں، میں نے اسے خلفاء وامراء کے عبرت انگیز واقعات سنائے تو موفق خلیفہ خوب رُویا، اسی دوران راغب یا یانس نے آکر کہا کہ تم خلیفہ کو کتنی دیر تک رُلاؤ گے۔ میں نے اسے کہا: اللہ تعالیٰ تیرا ہاتھ کاٹ دے، ہٹ جا یہاں سے (تم کون ہو مجھے سمجھانے والے) پھر میں نے خلیفہ کو دیہاتی لوگوں کے عجیب و غریب واقعات سنائے تو خلیفہ بہت زیادہ ہنسا۔ (خطیب بغدادی فی تاریخ البغداد)

اسی طرح کے علمی وفنی نوادر ابن ابی الدنیا کے مشہور ہیں۔ ان کے علمی وفنی کارنامے ان کی تصانیف سے ظاہر ہیں۔

ہم ان کی تصانیف، ان کے علمی وفنی کارناموں کی فہرست پیش کرتے ہیں تاکہ یقین ہو کہ امام ابن ابی الدنیا کس پایہ کے علم و عمل کا خزانہ تھے۔

فہرست تصانیف امام ابن ابی الدنیا

الأداب والأخلاق الا سلامية: (۱) الأخلاق (۲) الأدب (۳) الجيران (۴) العفو (۵) ذم الشهوات (۶) الشكر (۷) التقوى (۸) حسن الظن بالله (۹) الحلم (۱۰) الذهد (۱۱) ذم الغيبة (۱۲) العقل وفضله وغيرها

التاريخ والسير (۱) اخبار قريش (۲) دلائل النبوة (۳) المغازى (۴) مواعظ الخلفاء (۵) حلم الحكماء (۶) التاريخ (۷) تاريخ الخلفاء (۸) اخبار الملوك وغيرها

فی الفقه والأحکام: (۱) الجہاد (۲) العقوبات (۳) الفتوی (۴) السنّۃ (۵) الصدقۃ (۶) المناسک (۷) القصاص (۸) الرھائن وغیرھا

مؤلفات أخری: (۱) صفۃ الصراط (۲) الألحان (۳) الدعاء (۴) شجرۃ طوبیٰ (۵) المحتضرون (۶) النوادر (۷) صفۃ النار (۸) البعث والنشور (۹) المطر (۱۰) الوصایا (۱۱) الوقف والابتداء (۱۲) الموت (۱۳) القبور (۱۴) العوائد (۱۵) اھوال یوم القیامۃ

وفات:

جس دن امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ کا وصال ہوا، قاضی ابو الحسن فرماتے ہیں:

میں اسماعیل بن اسحاق قاضی کے پاس گیا عرض کی: اللہ تعالیٰ آپ کو عزت دے، آج امام ابن ابی الدنیا کا وصال ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابو بکر ابن ابی الدنیا پر رحم فرمائے، ابو بکر ابن ابی الدنیا کے ساتھ علم بھی دفن ہو گیا۔ بیٹا تم یوسف بن یعقوب کے پاس جاؤ، انہیں کہو کہ وہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔

امام ابن ابی الدنیا کو نمازِ جنازہ کے بعد شونیزیہ (قبرستان) بغداد میں دفنایا گیا۔ آپ کی وفات ۲۸۰ھ میں بتائی گئی ہے لیکن خطیب بغدادی فرماتے ہیں یہ وہم ہے دراصل آپ کی وفات ۲۸۱ھ میں ہوئی۔

تبصرہ اُویسی:

اس برگزیدہ اور محقّق امامِ قرنِ ثالث (جس کے لئے حدیث صحیح میں خیر القرون کہا گیا ہے۔) کے عقائد و مسائل وہی ہیں جنہیں امام احمد رضا محدّث بریلوی قدّس سرہٗ نے چودھویں صدی میں بیان کیا ہے جو لوگ ان کی تحقیق کو بدعت سے تعبیر کرتے ہیں وہ خود اہلِ بدعت ہیں ورنہ خیر القرون اور جیّد آئمہ بدعت کی کیسے تشہیر کر سکتے تھے جبکہ ان کی تصنیف "من عاش بعد الموت" جس کا ترجمہ فقیر نے پیش کر کے نام اس کا رکھا ہے: "کون کہتا ہے ولی مر گئے" جس کا دوسرا مصرعہ ہے: "قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے"۔

اب پڑھئے، اور یقین کیجئے حق مذہب وہی ہے جو امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔

وما علینا اِلّا البلاغ المبین

مدینے کا بھکاری

محمد فیض احمد اُویسی غفرلہٗ

آغاز

مکہ معظمہ جوہرۃ الوفاء(مسفلہ) ۱۷ رمضان المبارک عربی، ۱۷ رمضان المبارک پاکستانی ترجمہ "من عاش بعد الموت الإمام ابن ابی الدنیا"، "کون کہتا ہے ولی مر گئے" یہی اس رسالہ کا نام ہے "وہ قید سے چھوٹے اپنے گھر گئے" یہ نام مدینہ طیبہ میں القاء ہوا۔ اُویسی غفرلہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلّی و نسلّم علیٰ رسولہ الکریم

امابعد! اس سال ۱۴۲۵ھ کو حاضریٔ مدینہ پاک کا ارادہ تھا کہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکوں گا کیونکہ اس سال کے آغاز میں امراض نے ناکارہ بنادیا۔ مکہ معظّمہ عمرہ کے سلسلے میں حاضری ہوئی، صوفی مختار اُویسی نے "من عاش بعد الموت" دے کر کہا مولانا محمد یوسف صاحب اُویسی نے اس کا ترجمہ فرمانے کا کہا ہے۔ فقیر کو عرصہ سے اس رسالہ کی تلاش تھی کیونکہ اس میں اہلسنّت کے مسلک کی بھرپور تائید ہے اور مصنف مرحوم بھی قرونِ اُولیٰ کے محدثِ ذیشان ہیں، اسی لئے اس کا ترجمہ ضروری سمجھ کر مکہ معظّمہ میں ہی اس کا آغاز کر دیا۔ اکثر حصہ مدینہ طیبہ میں لکھا پھر اعتکاف کے دنوں میں نجدیوں کی شرارت کے پیش نظر لکھنا بند رکھا۔ ابھی اعتکاف میں ہی تھا کہ میرے لختِ جگر مفتی محمد صالح اُویسی رضوی کے انتقال کی خبر ملی، جگر پاش پاش ہو گیا، لکھنا پڑھنا رہ گیا۔ اعتکاف سے فراغت پاکر فوراً بہاولپور آنا پڑا۔ بڑی مشکل سے بقایا ترجمہ مکمل کر کے مولانا محمد یوسف صاحب کو بھجوا دیا، خدا کرے مولانا صاحب کو اس کی اشاعت کی توفیق نصیب ہو۔ آمین

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاول پور۔ پاکستان

۱۱ شوال المکرّم ۱۴۲۵ھ

نوجوان انصاری:

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک نوجوان انصاری کی عیادت کے لئے گیا، میں نے بہت جلد تر مرنے والا کسی کو نہیں دیکھا، ہم نے اس کی آنکھیں بند کیں[1] اور اس پر کپڑا ڈال دیا۔[2]

ہم میں سے کسی نے اس کی ماں سے کہا کہ بی بی صبر کیجئے، صبر کا بڑا اجر ہے، اس نے کہا کیا میرا بیٹا مر گیا؟ ہم نے کہا ہاں، اس نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو، پھر اس نے آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر کہا: اے اللہ کریم! میں تجھ پر ایمان لائی ور تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی، مجھ پر جب بھی مشکل آئی میں نے تجھ کو یاد کیا تو تُو نے میری مشکل حل فرمائی۔ اب بھی عرض ہے کہ آج یہ مصیبت میرے برداشت سے باہر ہے لہٰذا میرے بیٹے کو زندہ فرما دے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس نوجوان کے چہرہ سے کپڑا ہٹایا گیا تو وہ زندہ تھا، ہم اسی حالت میں تھے کہ اس نے اُٹھ کر ہمارے ساتھ کھانا کھایا۔[3]

ایک اور نوجوان:

(۲) ایک بڑھیا جو بہت ضعیف اور آنکھوں سے اندھی، بہری، اپاہج تھی، اس کا کوئی سہارا نہ تھا سوائے اس کے اپنے بیٹے کے، وہی اسے اُٹھاتا، بٹھاتا، کھلاتا، پلاتا و دیگر ضروریات پوری کرتا۔ قضائے الٰہی سے وہ فوت ہو گیا۔ ہم نے اس کے پاس آ کر تعزیت کی اور صبر کی تلقین کی۔ اس نے کہا کیا ماجرا ہے کیا واقعی میرا بیٹا مر گیا؟ ہم نے کہا ہاں۔ اس نے کہا اسے میرے مولیٰ کریم مجھ پر رحم فرما میرا بیٹا مجھ سے نہ چھین، میں اندھی، بہری، اپاہج ہوں، اے میرے مولیٰ اسی وجہ سے مجھ پر رحم فرما۔

راوی کہتے ہیں کہ ہم نے کہا یہ دیوانگی میں ایسا کہہ رہی ہے۔ ہم بازار سے نوجوان کا کفن خرید کر واپس آئے تو نوجوان اُٹھ کر بیٹھا ہوا تھا۔[4]

حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

(۳) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام عبد اللہ بنت ابی ہاشم کو خط لکھا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

---

1) جیسے مرنے والوں کی آنکھوں کو مرتے وقت بند کیا جاتا ہے۔

2) جیسے مُردوں پر مرنے کے بعد ڈالا جاتا ہے۔

3) تبصرہ اُویسی غفرلہٗ: یہ روایت "شفاء شریف" میں بھی ہے: عن أنس أن شابّا من الأنصار توفی وله أم عجوز عمياء فسجيناه و عزيناها فقالت مات ابنى قلنا نعم قالت: اللهم أن كنت تعلم أنى حاجرت إليک وإلى رسولک رجاء أن تعيننى على كل شدة فلا تحملن على هذه المصيبة فما برحنا أن كشف الثوب عن وجهه فطعم وطعمنا۔ (شفاء شریف، فصل فی احیاء الموتی وکلامها الخ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انصاری نوجوان فوت ہوا، اس کی ایک بڑھیا ماں آنکھوں سے نابینا تھی، ہم اس کے یہاں تعزیت کے لئے حاضر ہوئے اور اس سے کہا کہ تیرا لڑکا فوت ہو گیا۔ بڑھیا بولی اے الٰہ العالمین! میں نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی کہ میرے ہر دکھ میں مدد فرمائے گا، مجھ سے یہ بوجھ نہ اُٹھایا جائے گا کہ میرا بیٹا مجھ سے جدا ہو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اُسی وقت مردہ نوجوان نے کپڑا منہ سے ہٹایا، پھر اس نے ہمارے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ اُویسی غفرلہٗ

4) تبصرہ اُویسی غفرلہٗ: یہ روایت امام بیہقی نے مصنف رحمہ اللہ سے "دلائل النبوۃ" میں نقل کی ہے اور ابن کثیر نے "البدایہ و النھایۃ" جلد ٦، صفحہ ١٥٤ میں نقل کی۔

یہ خط نعمان بن بشیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے اُمِ عبد اللہ کو روانہ کیا جا رہا ہے۔

السلام علیکم! میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تم نے لکھا تھا کہ میں تمہیں زید بن خارجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا حال لکھوں تو معلوم ہو کہ ان کو (زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حلق میں درد اُٹھا حالانکہ وہ اس سے پہلے سب سے زیادہ تندرست تھے لیکن اس درد نے انہیں آناً فاناً موت کے گھاٹ اُتار دیا، یعنی ظہر و عصر کے درمیان فوت ہو گئے۔ ہم نے انہیں لٹا کر ان پر دو چادریں ڈال دیں جیسے مردوں پر غسل دینے سے پہلے کیا جاتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک آدمی آیا جبکہ میں ابھی مغرب کے نوافل پڑھ رہا تھا، کہا زید بن خارجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مرنے بعد بھی بول رہے ہیں۔ میں جلدی اُٹھ کر پہنچا تو چند انصاری حضرات پہلے سے موجود تھے وہ کہہ رہے تھے کہ ان کی زبان پر درمیانی آواز میں سنائی دیا کہ بہت بڑے طاقتور تھے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور لوگوں کو یہ حکم نہیں دیتے تھے کہ زبردست کمزور کو کھا جائے، وہ ہیں عبد اللہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انہوں نے سچ کہا یہی کتاب اوّل میں ہے۔

پھر کہا کہ عثمان امیر المؤمنین لوگوں کی بہت سے غلطیاں معاف فرماتے تھے ان کی دوراتیں خیر سے گزریں، چار راتیں باقی تھیں پھر لوگوں نے ان کے دور میں اختلاف کیا، بعض نے بعض کو کھایا، نظامِ مملکت درہم برہم ہو گیا۔

اے لوگو! اپنے امیر کی طرف متوجہ ہو کر اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو جو ان سے رُوگردانی کرے گا اس کا خون بہانا مباح ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا امر مقرر ٹھہر چکا ہے۔

اللہ اکبر! یہ ہے جنت، یہ ہے دوزخ۔ انبیاء وصدیقین کہہ رہے ہیں سلام ہو تم پر اے عبد اللہ بن رواحہ کیا تو نے محسوس نہیں کیا اس کے باپ اور سعد کے لئے جو دونوں اُحد میں شہید ہو گئے:

كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ۙ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ ۚ تَدْعُوا مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ۙ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ۝ (المعارج:۷۰/۱۵تا۱۸)

ترجمہ کنزالایمان: ہر گز نہیں وہ تو بھڑکتی آگ ہے، کھال اتار لینے والی بلا رہی ہے، اس کو جس نے پیٹھ دی اور منہ پھیرا اور جوڑ کر سَینت رکھا۔

اس کے بعد ان کی آواز پست ہو گئی، میں نے ان لوگوں سے پوچھا جو مجھ سے پہلے موجود تھے کہ میرے آنے سے پہلے انہوں نے کیا کہا تھا؟ حاضرین نے جواب دیا کہ ہم نے سنا وہ کہہ رہے تھے، چپ رہو، چپ رہو۔ ہم ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے، ہم نے غور کیا کہ حضرت زید کپڑے کے اندر سے بول رہے ہیں۔ ہم نے ان کا چہرہ کھولا تو کہتے ہیں یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں و برکتیں۔ پھر کہا ابو بکر صدیق امین و خلیفۂ رسول اللہ ہیں۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جسم میں ضعیف لیکن امر الٰہیٰ میں قوی تھے، انہوں نے سچ کہا، سچ کہا، سچ کہا۔ یہی کتاب اوّل میں ہے۔[5]

(۴) عبد الملک بن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے وہ خط پڑھا ہے جو حبیب بن سالم کے پاس تھا جو کہ انہوں نے اُمِ خالد کو لکھا تھا۔

اما بعد! تم نے مجھ سے زین بن خارجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا وہ واقعہ پوچھا ہے جو وفات کے بعد ہوا۔ اس کے بعد وہی تفصیل ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

---

5) تبصرہ اُویسی غفرلہ: اس سے ثابت ہوا کہ خوش بختوں کو وصال کے وقت حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زیارت سے مشرف فرماتے ہیں اور وہ کتنا ہوتے ہیں (واللہ تعالیٰ اعلم) لیکن یہ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم امت کے حالات سے آگاہ ہیں، حاضر بھی ہیں اور ناظر بھی۔ اُویسی غفرلہ

ایک انصاری مرد کی کہانی:

(۵) حضرت سعید بن مسیّب (تابعی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک انصاری مرد کی وفات کے وقت موجود تھا۔ جب مرنے کے بعد اس پر کپڑے ڈالے گئے جیسے مُردوں پر غسل سے پہلے ڈالے جاتے ہیں تو بول پڑا، کہا: ابو بکر امر الٰہیٰ میں قوی اور نظروں میں کمزور تھے اور عمر امین تھے اور عثمان ان کے طریقے پر تھے، پھر عدل منقطع ہو گیا اور قوی نے ضعیف کو کھایا۔

زید بن خارجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ):

(۶) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب زید بن خارجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فوت ہوئے تو انصار میں سب کی خواہش تھی کہ وہ انہیں غسل دیں، اس پر بہت جھگڑا بپا ہوا، میں نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ پہلے دوبارا انہیں غسل دیا جائے، تیسری بار ہر برادری کا بڑا سردار مل کر ان کے جسم پر پانی ڈالے، چنانچہ یہ رائے پسند آئی۔ تیسری بار کے غسل میں، مَیں بھی شریک تھا جب ہم نے ان پر پانی ڈالا تو وہ بول پڑے فرمایا: دو گزر گئے چار رہ گئے، دولت مندوں نے غرباء کو کھایا اس پر وہ بکھر گئے اور نظامِ سلطنت نہ رہا۔ ابو بکر رحم دل اور اہل ایمان کے لئے رحیم تھے، عمر کافروں پر سخت، وہ ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے، عثمان نرم اور اہل ایمان کے لئے رحیم تھے اور تم عثمان کے طریقہ پر ہو۔ پس سنو اور اطاعت کرو اس کے بعد ان کی آواز پست ہو گئی۔ ہم نے دیکھا کہ ان کی زبان تو متحرک ہے لیکن جسم مردہ تھا۔

(۷) نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ زید بن خارجہ انصار کے سرداروں میں سے تھے، ہجرت کے بعد حضرت ابو بکر ان کے والد خارجہ بن سعد کے ہاں مقیم ہوئے اور ان کی بیٹی سے نکاح کیا اور اس خاتون کا پہلا شوہر سعد تھا۔ زید کے والد اور بھائی سعد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے اور حضرت زید، حضرت ابو بکر و حضرت عمر کی خلافت اور حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی خلافت کے چند سال تک زندہ تھے۔ وہ ایک دن ظہر و عصر کے درمیان مدینہ پاک کی کسی راہ پر جا رہے تھے کہ اچانک گر گئے اور اُسی وقت ان کا انتقال ہو گیا۔ انصار کو معلوم ہوا تو انہیں گھر لے آئے اور ان پر چادریں ڈال دیں جیسے مردے پر غسل سے پہلے ڈالی جاتی ہیں۔ ان کے گھر میں عورتیں رو رہی ہیں اور مرد بھی، اسی حالت میں مغرب و عشاء کے درمیان آواز سنائی دی جس میں کہا جا رہا تھا چپ رہو، چپ رہو۔ دیکھا گیا تو آواز ان کپڑوں کے اندر سے آ رہی تھی۔ حضرت زید کے چہرہ اور سینہ کے کپڑے ہٹائے گئے تو کوئی کہنے والا ان کی زبان سے بول رہا تھا کہ " محمّد رسولُ اللّٰہِ النّبُّی الأمی خاتَمُ النّبّیین لا نبیّ بعدہ"[6] یہی کتاب اول میں ہے بولنے والے نے کہا کہ "صدق، صدق، صدق"[7]

پھر بولنے والا ان کی زبان پر بولا کہ: ابو بکر خلیفہَ رسول اللہ صادق و امین تھے وہ جسم میں کمزور اور امر الٰہی میں قوی تھے اور یہی کتاب اول میں ہے، پھر ان کی زبان پر بولنے والے نے کہا: صدق، صدق، صدق۔ (یعنی سچ کہا، سچ کہا، سچ کہا۔ کاشف کبیر)

پھر کہا ان کا، درمیانہ قوم میں مضبوط تر تھا وہ ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتا تھا، وہ لوگوں کو روکتا تھا کہ قوی ضعیف کو نہ کھائے وہ ہیں عمر امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہی کتاب اوّل میں ہے، پھر بولنے والا ان کی زبان پر بولا: صدق، صدق، صدق۔

---

6) یعنی: محمد اللہ کے رسول غیب کی خبریں دینے والے بے پڑھے آخیری نبی ہیں کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ کاشف مدنی: اس میں مرزا قادیانی کا رد ہے کہ اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ اویسی غفرلہ

7) یعنی سچ کہا، سچ کہا، سچ کہا۔ کاشف مدنی

پھر کہا عثمان امیر المؤمنین ہیں وہ اہل ایمان کے لئے رحیم ہیں اور وہ لوگوں کی بہت خطائیں معاف کر دیتے تھے۔ دو راتیں گزر گئیں، دو راتوں سے دو سال مراد ہیں اور چار رہ گئیں اب ان کا کوئی نظام نہ رہا۔

اور قیامت قریب ہو گئی، بعض لوگوں نے دوسروں کو کھایا، اَہل ایمان پریشان ہو گئے اور انہوں نے کہا اے لوگو! اللہ کی کتاب ہے اور اس کی تقدیر سے تم اپنے امیر کی بات مانو اور اس کی سنو اور اس کی اطاعت کرو کیونکہ وہ اپنے پیشواؤں کے طریقے پر ہیں۔ جو رُوگردانی کرے گا اس کے خوف کی کوئی ذمہ داری نہیں یعنی اسے قتل کرنا جائز ہو گا اور اللہ تقدیر مقدّر ہے، یہ دو بار کہا۔

پھر کہا یہ نار ہے یہ جنت ہے اور یہ انبیاء و شہداء ہیں کہ رہے ہیں سلام ہو تم پر اے عبد اللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پھر کہا:

كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۙ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۚ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۙ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ○ (المعارج:۷۰/۱۵تا۱۸)

ترجمہ کنزالایمان: ہر گز نہیں وہ تو بھڑکتی آگ ہے، کھال اتار لینے والی بلا رہی ہے، اس کو جس نے پیٹھ دی اور منہ پھیرا اور جوڑ کر سینت رکھا۔

پھر کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام ہو اور آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

حضرت نعمان فرماتے ہیں کہ مجھے کہا گیا کہ زید بن خارجہ مرنے کے بعد بول رہے ہیں، میں لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا ان کے سرہانے گیا میں نے یہ کلام سنا کہ اوسط قوم میں مضبوط تر ہیں، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور میں نے لوگوں سے پوچھا کہ انہوں نے اس سے پہلے کیا کہا لوگوں نے وہی سنایا جو پہلے مذکور ہوا۔

مسیلمہ کذّاب کے دور کا شہید:

(۸) ایک شخص کو مسیلمہ کذاب کی فوج نے شہید کیا تو وہ شہید ہونے کے بعد بول رہے تھے "محمد رسول اللہ، ابو بکر الصدیق، عثمان نرم دل اور رحیم۔

ربعی بن خراش رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ:

(۹) ربعی بن خراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم تین بھائی تھے۔ ہم میں درمیانہ بھائی سب سے زیادہ عبادت گزار اور زیادہ روزے رکھنے والا اور ہم دونوں سے افضل تھا۔ میں چند روز گھر سے باہر کہیں گیا ہوا تھا جب میں گھر میں واپس آیا تو مجھے کہا گیا جلدی کرو تمہارا بھائی موت کے منہ میں ہے۔ میں جلدی سے ان کے ہاں آیا تو وہ فوت ہو چکے تھے اور غسل سے پہلے والی چادریں ان پر ڈال دی گئیں تھیں۔ میں ان کے سرہانے بیٹھ کر رونے لگا۔ انہوں نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا کر کہا السلام علیکم! میں نے کہا کیا مرنے کے بعد بھی آپ زندہ ہیں؟ فرمایا: ہاں، میں اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہوا تو اس نے مجھے روح اور ریحان سے نوازا اور میں نے اپنے رب کو خوش پایا، اس نے مجھے سندس و استبرق کے سبز کپڑے پہنائے اور میں نے معاملہ اس سے آسان پایا جو تم سمجھتے ہو۔ یہ تین بار کہا، اور کہا کہ نیک عمل کرو، اس میں سستی نہ کرو۔ یہ بھی تین بار کہا اور کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا: میں تیرے انتظار میں ہوں جلدی آؤ۔ اسی لئے میری تجہیز و تکفین میں جلدی کرو۔ اس کے بعد وہ چپ ہو گئے جیسے کنکری پانی میں نیچے تیزی سے گرتی ہے۔ میں نے کہا میرے بھائی کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرو۔

(۱۰)ربعی بن خراش کہتے ہیں کہ میرا ایک بھائی جو گرم تر دنوں میں نفلی روزے رکھتا اور سرد راتوں میں نوافل پڑھتا رہتا اس کے بعد مذکورہ بالا قصہ بیان کیا۔

علم غیب کی تصدیق:

اس واقعہ کا سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو علم ہوا تو آپ نے اس کی تصدیق فرمائی اور فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنتے تھے کہ اس امت میں موت کے بعد ایک مرد گفتگو کرے گا۔

(۱۱)ابن خراش یعنی ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی تھی کہ وہ زندگی بھر نہیں ہنسیں گے جب تک انہیں یقین نہ ہو جائے کہ وہ جنتی ہیں یا دوزخی، پھر وہی ہوا جو مذکور ہوا۔ اس واقعہ کا سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو علم ہوا تو فرمایا:(راوی) اَخو بنی عبس(رحمۃ اللہ علیہ) نے صحیح کہا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا:

يتكلّم رجل من أمّتى بعد الموت من خيار التّابعين[8]

یعنی ایک مرد میرے امت کا موت کے بعد گفتگو کرے گا خیر التابعین میں سے ہو گا۔

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہر امتی کے حالات کی خبر ہے۔

سوال: تم کہتے ہو کہ خیر التابعین سیّدنا اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، بعض محدّثین دوسروں کو خیر التابعین کہتے ہیں مثلاً سیّدنا حسن بصری، سیّدنا سعید بن جبیر(رضی اللہ تعالیٰ عنہم) وغیرہ۔

جواب: ہر ایک کا خیر التابعین ہونا حق ہے" من حيث الخواص" یعنی اپنی اپنی خصوصیات میں ہر ایک اپنے طور پر خیر التابعین وافضل التابعین ہے۔ تفصیل فقیر کی شرح مسلم میں پڑھئے الموسوم "يصرة الملهم فى شرح المسلم" (اُویسی غفرلہٗ)

(۱۲)ربیع بن خراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی کہ وہ "ضحک"(ہنسی) سے اپنے دانت نہ کھولے گا جب تک معلوم نہ ہو کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ چنانچہ وہ موت کے بعد ہی بولے(جیسے پہلے مفصل مذکور ہوا ہے) پھر ان کی طرح ان کے بھائی ربعی بن خراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی قسم کھائی کہ وہ زندگی بھر نہیں بولیں گے یہاں تک کہ معلوم ہو کہ میرا ٹھکانہ جنت ہے یا دوزخ؟ چنانچہ آپ کے غسّال[9] نے خبر دی کہ آپ غسل کے تختہ پر تبسم فرماتے رہے اور ہم انہیں غسل دیتے رہے، ہمارے فراغت از غسل تک برابر متبسم رہے۔

ایک اور مردِ خدا(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ):

[8] فوائد اُویسیہ:(۱)علم غیب کا واضح بیان ہے۔

(۲)سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بعطائے الٰہی علم غیب حاصل تھا۔ جس کی روایت بخاری میں منقول ہے کہ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے علم غیب کی نفی فرمائی ہے اس سے علم ذاتی بالاستقلال کی نفی ہے ورنہ مذکورہ بالا واقعہ کی تصدیق نہ فرماتیں۔ مزید تفصیل فقیر کی "شرح البخارى المعروف به الفيض الجارى" میں پڑھئے۔

[9] مُردہ نہلانے والا

(۱۳) حضرت ابو عاصم فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے خبر دی، فرمایا کہ میرے ماموں پر موت واقع ہوئی۔ ہم نے غسل سے پہلے والے کپڑے ان پر ڈال دیئے اور اُٹھ کر ارادہ کیا کہ انہیں غسل دیں۔ انہوں نے چہرے سے کپڑا ہٹا کر کہا: اے اللہ مجھے موت نہ دے یہاں تک کہ مجھے تیری راہ میں جنگ کرنا نصیب ہو۔ (یعنی میں شہید ہو جاؤں) چنانچہ ایسے ہوا کہ وہ ایک عرصہ تک زندہ رہے یہاں تک کہ انہیں بطّال کے ساتھ شہادت نصیب ہوئی۔

رُؤبہ بنت بیجان (رضی اللہ تعالیٰ عنہا):

(۱۴) آپ سخت بیمار تھی، بالآخر ان کے گھر والوں کے نزدیک وہ مر گئیں۔ انہیں غسل دے کر کفن پہنایا گیا اچانک دیکھا کہ وہ متحرک ہو کر لوگوں کی طرف دیکھ کر کہہ رہی ہیں: مبارک ہو کہ میں نے برزخ کا معاملہ آسان تر پایا ہے جبکہ تم اس کے خطرات سے ڈراتے تھے اور مجھے یہ محسوس ہوا ہے کہ قطع رحمی کرنے والا اور ہمیشہ شراب پینے والا اور مشرک جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ [10]

ایک مردِ خدا:

(۱۵) ایک نیک مرد کی روح پرواز کر گئی تو اس پر اس کے اعمال پیش کئے گئے تو فرمایا: میں نے استغفار سے بڑھ کر کوئی بہتر عمل نہیں پایا۔ میں نے جس گناہ سے بھی استغفار کی اسے بخشا ہوا پایا یہاں تک کہ میں نے کسی باغ سے انار توڑا تو بھی بخشا گیا اور میرے لئے نیکی لکھی ہوئی تھی، میں نے کسی شب کو نوافل پڑھے اس پر میں نے آواز بلند کی تو میرے ہمسایہ نے سن لیا اس نے بھی اُٹھ کر نماز پڑھی اس پر بھی نیکی لکھی گئی، میں نے کسی دن مسکین کو کچھ دیا لیکن لوگوں کے سامنے، چونکہ میں ریا پایا گیا اس پر نہ مجھے نیکی ملی اور نہ میرا گناہ لکھا گیا۔

کوفی جوان شیعہ کا قصہ:

(۱۶) ایک مرد کوفہ میں مقیم تھا، وہ لوگوں کو کفن دیتا تھا۔ ایک مرد مر گیا اس نے کفن لیا اور میت کے گھر پہنچ گیا، مردہ کپڑوں میں لپٹا ہوا تھا، اس نے سانس لیا یعنی زندہ ہو کر اس نے اپنے چہرے سے کپڑا خود ہٹایا اور کہا ان لوگوں نے مجھے دھوکہ دیا اور مجھے ہلاک کر دیا، آگ ہے۔ ہم نے کہا کہو "لا اِلٰہ الا اللّٰہ" کہا میں نہیں پڑھ سکتا۔ ہم نے کہا استغفار کرو، اس نے کہا یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ ہم نے کہا کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا کہ میں ابو بکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو گالیاں دیتا تھا۔ [11]

مدائنی نوجوان:

(۱۷) ایک مرد مدائن میں فوت ہوا، جب اسے غسل سے پہلے مُردوں کے کپڑوں سے ڈھانپا گیا تو اس کے کچھ لوگ چلے گئے، کچھ رہ گئے، انہوں نے دیکھا کہ وہ مردہ کپڑے کو ہلا رہا ہے یا کپڑا خود متحرک تھا۔ ان میں سے کسی نے اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وہ کہہ رہا تھا کہ اس مسجد مدائن میں چند لوگ داڑھی میں خضاب لگانے والے ابو بکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو سبّ بکتے ہیں، ان سے وہ فرشتے بھی بیزاری کا اظہار کر رہے تھے جو میری روح قبض کرنے

---

10) تبصرہ اُویسی غفرلہ: اکثر خواتین اپنی کمتری کے احساس میں مبتلا ہو کر خود کو کمتر تصور کر کے عبادت سے محروم رہ جاتی ہیں، میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ خاتون ہمت کرے تو بہت سے مردوں سے بازی لے جاتی ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حکایت سے معلوم ہوا۔

11) تبصرہ اُویسی غفرلہٗ: شیعہ لوگ نہیں سمجھتے، اُنہیں اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوتا لیکن مریں گے تو پتہ چلے گا لیکن اُس وقت پچھتاوا کام نہ آئے گا۔ ابھی سے توبہ کر لیں تو ان کا بھلا ہو گا۔

نوٹ: یہاں تک جتنا ترجمہ ہے وہ مولانا محمد یوسف اُویسی صاحب کے پاس سے ٹائپ شدہ ملا اور اس سے آگے جتنا بھی ترجمہ ہے وہ مسودہ حضور فیض ملت علیہ الرحمہ کے مبارک ہاتھوں سے لکھا ہوا موجود ہے۔ (کاشف مدنی)

آئے تھے بلکہ ان پر لعنت بھیج رہے تھے۔ ہم نے کہا اے برادر! تم تو اس شامت میں مبتلا نہ تھے؟ اس نے دوبا کہا" استغفر اللّٰہ" پھر ایسے ہو گیا جیسے کنکری کو پھینکا جائے تو وہ بے جان ہو کر گری ہوئی ہوتی، یعنی پہلے کی طرح مردہ تھا۔[12]

شیعہ مردیے کی کھانی:

(۱۸)ابو الخضیب کہتے ہیں کہ میں جازر میں تھا اور میری عادت تھی کہ مردے کے لئے فی سبیل اللہ کفن دیتا تھا۔ ایک دن میرے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ ایک آدمی مر گیا ہے اس کے لئے کفن کی ضرورت ہے، میں اسے ساتھ لے کر مردے کے گھر پہنچا تو دیکھا میت پر غسل سے پہلے والے کپڑے ڈالے گئے ہیں اور اس کے پیٹ پر اینٹ رکھی ہے یا گارے سے لیپٹا گیا ہے، میں نے کہا اسے غسل کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے کہا اس کے لئے کفن کی ضرورت ہے۔ میں نے کہا اس کے لئے کفن میں لے آتا ہوں۔ چنانچہ میں نے ساتھی کو لیا اور بازار سے کفن خرید کر اس کی برادری میں آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ مردہ اچانک اُٹھا اور اینٹ یا گارا پیٹ سے نکال کر باہر پھینک دیا اور کہہ رہا تھا آگ ہے، آگ ہے میں نے کہا"لا اِلٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم" پڑھو۔ اس نے کہا اب اس سے مجھے کوئی فائدہ نہیں۔ پھر کوفہ کے مشائخ پر لعنت بھیجنے لگا اور کہا کہ انہوں نے مجھے دھوکہ دیا، یعنی شیعہ بنادیا یہاں تک کہ میں ابو بکر وعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو سبّ بکتا تھا۔ یہ کہہ کر مردہ پہلے کی طرح خاموش ہو گیا۔

ابو الخضیب کہتا ہے میں نے کہا خدا کی قسم میں اسے کفن نہیں پہناتا، یہ کہہ کر میں اُٹھ کھڑا ہوا یعنی اسے کفن نہ پہنایا اور گھر واپس چلا آیا۔ ابو الخضیب کہتا ہے مجھے بیرہ کے بڑے بیٹے نے بلوا کر مذکورہ بالا واقعہ سنا۔

ایک اور شیعہ کی حکایت

(۱۹)یہی ابو الخضیب کہتا ہے کہ میں دولت مند تاجر تھا۔ مدائن کسریٰ میں سکونت پذیر تھا اور یہ ابن ہبیرہ کے دور میں طاعون کی بات ہے، میرا ایک نوکر اشرف نامی تھا۔ اس نے مجھے آ کر کہا کہ فلاں گھر میں مردہ بے کفن پڑا ہے، آپ اس کے کفن کا انتظام کیجئے۔ اس کا گھر مدائن کے ایک محلّہ میں تھا، جب میں وہاں گیا تو واقعی اس کے لئے کفن کی ضرورت تھی، میں سواری پر بیٹھا، میت کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے پیٹ پر اینٹ ہے یا گارا اور اس کے گرد اس کی برادری کے لوگ بیٹھے تھے اور اس کی عبادت کی تعریف کرنے لگے اور دیگر بھی اس کے فضائل بیان کئے، میں نے بازار سے کفن منگوایا اور اس کے نہلانے کا کہا اور قبر کھودنے کی تیاری کرائی۔ ہم اس کے لئے پانی گرم کر رہے تھے کہ وہ اچانک اُٹھا اور اس کے پیٹ والی اینٹ یا گارا گر گیا اور وہ ہائے ہائے کرنے لگا۔ یہ سن کر اس کے قریب والے ڈر کر اِدھر اُدھر جانے لگے۔ میں نے مردے کے قریب جا کر اس کے بازو کو پکڑ کر پوچھا کیا بات ہے تو نے کیا دیکھا، اب اس وقت تیری کیا کیفیت ہے؟ کہا میں نے شیعوں کے مشائخ کوفہ کی صحبت اختیار کی تو انہوں نے مجھے اپنا ہم عقیدہ یا ہم خیال بنایا اور ابو بکر وعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو گالی دینا اور ان پر تبرّا کرنا ان کے عقیدہ میں سے تھا۔ میں نے کہا استغفار کر اور وعدہ کر پھر ایسی حرکت نہیں کرتے گا۔ اس نے کہا کہ توبہ و استغفار کا کوئی فائدہ نہیں (توبہ کا وقت گزر گیا) پھر کہا چلئے میں دوزخ میں اپنے ٹھہرنے کی جگہ دکھاؤں۔ میں نے وہ جگہ دیکھی اور کہا تم واپس جاؤ اور اپنے لوگوں کو اس کا حال سناؤ (تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں) اسی لئے میں بولا اور اپنا حال سنایا اب مجھے واپسی کا حکم ہے۔ اس کے بعد اسی حالتِ موت میں تھا، لوگ میرے لائے ہوئے کفن کا انتظار کر

[12]) شیعوں کی عبرت کے لئے اسے بولنے کا وقت دیا گیا۔ اُویسی غفرلہ

رہے تھے۔ میں نے کہا کہ میں اسے کفن نہیں دیتا اور نہ ہی غسل دیتا ہوں (کیونکہ یہ سبّی شیعہ ہے) اور نہ ہی اس کی نمازِ جنازہ میں شامل ہوتا ہوں (تم جانو اور تمہارا کام) یہ کہہ کر میں واپس ہو گیا اور لوگوں کو تمام واقعہ سنایا لیکن شیعہ برادری بدستور بضد رہی کہ شیطان اس کے منہ پر بولا تھا۔[13]

اس کا بیٹا ابوالخصیب کے پاس آیا اور سارا ماجرا پوچھا۔ ابوالخصیب نے کہا میں نے آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا وہ حق ہے اور اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں لیکن اس کے بیٹے نے کہا کہ میں نے دوسروں سے اس کے لئے خیر و بھلائی کی باتیں سنی ہیں۔[14]

(۲۰) فائدہ: حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی شیخ ابوالخصیب سے یہی کہانی سنی۔

(۲۱) قبلہ جہینہ کا مرد:

عامر نے کہا کہ میں قبیلہ جہینہ کی بستی میں پہنچا۔ ایک بابا (بوڑھا) بستی میں ایک گھر میں مجھے ملا اور کہا کہ دورِ جاہلیت میں ہمارا ایک جوان فوت ہو گیا۔ ہم نے غسل سے پہلے کے کپڑے اس پر ڈال دیئے اور ہم سمجھے کہ وہ مر گیا۔ ہم نے اس کی قبر کھودنے کا انتظام کیا۔ ہم اسی حال میں تھے کہ مردہ اُٹھ بیٹھا اور کہا کہ تم مجھے جس حال میں دیکھ رہے ہو اور مردہ سمجھ کر میرے دفنانے کی فکر میں ہو لیکن مجھے یہ کہا گیا ہے تیری ماں اولاد سے محروم ہو گئی ہے۔

ألا تَرى إلى حفرتک تنتَثَل
ووقد کادت أمّکَ تشکل
أر أیت إن حوّلنا ها عنک بِمُحَوِّل
ثم قذفنا فیها القصَلَ
الذی مشی وأجزل
أتشکُرُ لربّکَ و تُصَلِّ
وتدع سبیل من أشرک و أضل[15]

---

13) تبصرۂ اُویسی: وہ اپنے مذہب کی لاج رکھتے ہوئے حقیقت کو چھپانا چاہتے تھے لیکن "حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اُصولوں سے۔"

14) تبصرۂ اُویسی: (ا) بدمذاہب کی عادت ہے کہ حقیقت کو چھپانے کے لئے بے تکی تاویلیں گھڑ لیتے ہیں جیسے اوپر کے واقعہ سے ظاہر ہے کہ مرنے والا خود اپنی داستان سنا رہا ہے لیکن شیعوں نے کہا کہ شیطان بولا، یہ فاسد تاویل بھی بتاتی ہیں کہ یہ مذہب غلیظ ہے کیونکہ شیطان بولتا ہے تو اپنے یاروں کی زبان پر، ورنہ اللہ والوں کے لئے قرآنی فیصلہ ہے: اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ (الحجر: ۴۲/۱۵)
ترجمہ: بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

15) ترجمہ:

کیا تو اپنی قبر کو نہیں دیکھتا جس سے تو نکلے گا
اور عنقریب تیری ماں تیری جدائی پر روئے گی
تیرا کیا خیال ہو گا اگر ہم اسے تجھ سے کسی جانب پھیر دیں
پھر اس میں قصل کو ڈال دیں (قصل ایک شخص کا نام ہے۔ کاشف مدنی)
جو زمین پر چلتا تھا اور کٹائی کا کام کرتا تھا
کیا تو اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے نماز پڑھتا ہے
اور شرک کرنے والوں اور گمراہ لوگوں کو چھوڑتا ہے

میں نے کہاہاں "قصل کو دیکھو"۔

لوگوں نے کہا کہ مردہ اُٹھ کر چلا گیا، میں نے اس کا پیچھا کیا تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ وہ مر گیا ہے۔ پھر اسے اسی قبر میں دفنایا گیا۔ جس مرد نے یہ واقعہ سنایا وہ اس واقعہ کے بعد ایک عرصہ تک زندہ رہا، یہاں تک کہ اسے دولتِ اسلام نصیب ہوئی۔

(۲۲) امام شعبی کہتے ہیں کہ میں نے قبیلہ جہینہ کے بابا کو دیکھا اور انہوں نے یہ قصہ سنایا اور دولتِ اسلام سے نوازا گیا، نماز بھی پڑھتا تھا اور بتوں کو بُرا بھی کہتا تھا۔

(۲۳) ایک اور جھنی:

امام شعبی فرماتے ہیں کہ بتدائے اسلام میں ایک جہنی بیمار ہوا۔ لوگوں نے سمجھا کہ وہ فوت ہو گیا، اس کے لئے قبر کھودی گئی۔ اس کے بعد وہی قصہ بیان کیا جو مذکور ہوا۔ امام شعبی کی روایت میں یہ شعر زائد ہے:

ثمّ	قذفنا	فيها	القصل
ثم	ملأناها	عليه	بالجندل
إنّه	ظن	أن	لن يفعل[16]

حسن بن عبد العزیز نے اس شعر پر ایک اور بیت کا اضافہ کیا۔

أتؤمن	بالنّبيّ	المرسل

کیا تو نبی مرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا۔

(۲۴) محمد بن حسین فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کی قبروں پر بہترین خوشبودار ریحان (بوٹی) اُگ آئی تھی۔[17]

قبر میں زندہ بچہ ملا:

(۲۵) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عوام کے حالات سے آگاہی فرمارہے تھے، آپ کے سامنے ایک شخص کا گزر ہوا جس کے کاندھے پر بچہ تھا اور وہ اپنے باپ کی تصویر تھا، آپ نے تصویر (بیٹے کو) دیکھ کر فرمایا کہ میں نے ان جیسا ہم شکل باپ بیٹا نہیں دیکھا۔ اس شخص نے عرض کی حضور! اس کے بارے میں ایک عجیب کہانی ہے وہ یہ کہ میں لشکرِ اسلام کے ساتھ کسی جنگ کے لئے گیا ہوا تھا۔ اسے ماں کے پیٹ میں چھوڑ کر چلا تو کہا جو ماں کے پیٹ میں ہے

---

[16] ترجمہ:

پھر	ہم	نے	اس	قبر	میں	قصل	کو	ڈال	دیا
پھر	ہم	نے	اس	پر	مٹی	ڈال	دی		
اس	نے	یہ	گمان	کیا	تھا	کہ	ایسا	ہر گز	نہیں ہو گا

[17] تبصرہ اُویسی: جو لوگ قبور و مزارات پر پھول ڈالنے کے منکر ہیں۔ ان کے لئے عبرت ہے کہ قدرت ایزدی کی منشاء بھی یہی ہے کہ محبوبانِ خدا کے مزارات پر پھول ہوں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ "مزارات پر پھول ڈالنا"

اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ جب واپس ہوا تو معلوم ہوا کہ میری گھر والی فوت ہو گئی ہے اور بچہ اس کے پیٹ میں رہ گیا ہے۔ ایک رات میں اپنے عزیزوں کے ساتھ بقیع قبرستان میں بیٹھا تھا کہ ایک قبر سے روشنی محسوس ہوئی۔ میں نے عزیزوں سے پوچھا تو کہا کہ ہم ہر رات یہ روشنی فلاں قبر سے دیکھتے چلے آرہے ہیں لیکن حقیقت کا علم نہیں ہو رہا، وہ قبر میری زوجہ کی تھی۔ میں قبر کھودنے کا سامان لایا اور جب قبر کے قریب پہنچا تو قبر کھل گئی اور بچے کو دیکھا وہ ماں کی گود میں کھیل رہا ہے اور غیب سے آواز آئی "وہ امانت لے لو جو تم نے اللہ کے سپرد کی"

میں نے یہی بچہ اُٹھا لیا اور قبر ہموار کر دی۔ آپ نے فرمایا اگر جاتے وقت تو اس کی ماں کو بھی اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا تو اسے بھی بچے کی طرح زندہ پاتا۔

ماں کی بددعا:

(۲۶) ابو قزعہ بصری کہتے ہیں کہ ہم ایک کنوئیں سے گزرے جو ہمارے شہر اور بصرہ کے درمیان واقع ہے۔ کنوئیں کے پاس ایک قبر تھی۔ ہم نے قبر سے گدھے کی آواز سنی لوگوں سے پوچھا کہ یہ آواز قبر سے کیسی؟ انہوں نے کہا کہ اس شخص کی ماں کوئی بات کرتی تو جواب دیتا، گدھے کی طرح "ڈھینچوں ڈھینچوں" کر رہی ہے۔ ماں نے ایک دفعہ اسے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے گدھا بنا دے۔ جب سے یہ مرا ہے ہر رات اس کی قبر سے گدھے کی آواز سنائی دیتی ہے۔

ماں کی بددعا سے گدھا ہو کر مرا:

(۲۷) حضرت مجاہد نے فرمایا کہ مجھے کوئی حاجت پیش آئی میں سفر کر رہا تھا۔ راستہ میں ایک قبرستان سے ایک قبر کے اندر گدھے کی آواز سنائی دی جو قبر سے سر باہر نکال کر "ڈھینچوں ڈھینچوں" کرتا ہے۔ اس نے میرے چہرے کی طرف منہ کر کے تین بار ایسی آواز کی پھر وہ قبر میں چلا گیا جب میں ان لوگوں کے پاس آیا جن سے میرا کام تھا، انہوں نے کہا تیرا رنگ کیوں بدلا ہوا ہے؟ میں نے انہیں واقعہ سنایا۔ انہوں نے کہا آپ کو معلوم ہے یہ ایسے کیوں ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ ہمارے محلے کا ہے اس کی ماں اس خیمہ میں رہتی تھی جب وہ بیٹے کو کوئی کام کا کہتی تو وہ جواب میں گالی سناتا۔ ماں نے ایک دن غصہ سے کہا تُو تو گدھا ہے۔ اُس نے گدھے کی آواز میں ماں کے منہ پر آواز کی اور طنزاً کہا "ہا، ہا، ہا"

جب سے مرا ہے ہم نے اسے قبر میں دفنایا تو اب دفنانے کے وقت سے قبر سے سر باہر نکال کر ماں کے خیمہ کی طرف منہ کر کے روزانہ تین بار گدھے کی آواز کرتا ہے پھر بدستور قبر میں چلا جاتا ہے۔

ایک اور کو ماں کی بدعا:

(۲۸) ایک مرد تھا جب اس سے ماں کوئی بات کرتی تو وہ اس کے منہ پر تین بار گدھے کی آواز میں "ڈھینچوں ڈھینچوں" کرتا۔ ایک دن ماں نے غصہ سے کہا "تو گدھا ہے" جب مرا تو اب نمازِ عصر کے بعد قبر سے سر باہر نکالتا ہے جو اس کے سینہ پر نظر آتا ہے۔ تین بار روزانہ گدھے کی آواز نکالتا ہے اور قبر میں داخل ہو جاتا ہے۔[18]

---

[18] ان تینوں حکایات میں والدین کے سامنے زبان چلانے والوں کے لیے عبرت ہے والدین کو اس طرح کے بدتمیزی والے جملے کہنے والوں پر لازم ہے کہ ان سے معافی مانگ کر انہیں راضی کر لیں ورنہ قہرِ خداوندی کی بجلی ان پر گری تو بچ نہ پائیں گے۔ کاشف مدنی

گدھا زندہ ہوگیا:

(۲۹) ایک جماعت یمن سے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے گھر سے چلی۔ راستے میں ایک شخص کا گدھا مر گیا۔ لوگوں نے چلنے کا کہا اس نے کہا تم چلو میں آجاؤں گا۔ ان کے چلے جانے کے بعد اس نے وضو کر کے دوگانہ پڑھ کر کہا "اے اللہ! میں گھر سے تیری راہ میں نکلا تھا، صرف تیری خوشنودی کی طلب میں، میں گواہی دیتا ہوں کہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور قبروں سے مردوں کو اُٹھائے گا۔ مجھے کسی کا مِنّت بردار نہ بنا، بس میرا اپنا گدھا ہی زندہ کر دے" یہ کہہ کر گدھے کو چابک مارا تو گدھا کان جھاڑتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اس پر زین کسی اور لگام دے کر اس پر سوار ہوا اور اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔ انہوں نے کہا تیرے ساتھ کیا ہوا؟ اس نے کہا تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے میرا گدھا زندہ کر دیا۔

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے اس گدھے کو دیکھا ہے اس کے مالک نے اسے بیچ دیا۔

(۳۰) **فائدہ:** یہ ابو سبرہ نخعی سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

زمانہ فاروقی میں گدھا زندہ ہوا:

(۳۱) گدھے کا مالک قبیلہ النخع سے تھا اسے نباتہ بن یزید کہا جاتا۔ وہ زمانۂ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جہاد کے لئے گھر سے نکلا۔ جب وہ شن عمیرہ میں پہنچا تو اس کا گدھا مر گیا۔ پھر واقعہ اسی طرح ہے جیسے اوپر مذکور ہوا۔ ہاں اس میں یہ زائد ہے کہ کسی نے اسے کہا وہ گدھا بیچ رہا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے زندہ کیا اس نے کہا تو پھر کیا کروں؟ اس شخص نے اسے تین اشعار سنائے۔ مجھے ان میں سے ایک یاد ہے۔

ومِنّا الذی أحیا إلا لهُ حماره
وقدمات منه کلّ عضو ومفصل

یعنی، اور وہ شخص ہم میں سے ہے جس کے گدھے کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا حالانکہ اس کا ہر عضو اور جوڑ مر گیا ہے۔

مردے نے دشمن کا مقابلہ کیا:

(۳۲) ابو عبد اللہ شامی کہتے ہیں کہ ہم روم کی جنگ کے لئے گھر سے نکلے۔ ہم میں چند آدمی علیحدہ ہو کر دشمن کی تلاش میں چل پڑے، ان میں سے دو پھر علیحدہ ہو گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ اسی طرح چل رہے تھے کہ ہمیں ایک بوڑھا رومی ملا جو گدھے کو ہانک کر لے جا رہا تھا گدھے پر زین اور سازو سامان تھا۔ اس نے ہمیں دیکھ کر گدھے کو مارنے کے لئے تلوار میان سے نکالی اور گدھے پر چلا دی۔ گدھا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اس کا سازو سامان بھی بکھر گیا اور گدھا زمین پر مر کر پڑا تھا۔ اس نے ہمیں دیکھ کر کہا کہ دیکھا تم نے میں نے گدھے کے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے کہا ہاں، ہم نے دیکھا، اس نے کہا پھر مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ہم نے اس سے مقابلہ شروع کر دیا بالآخر اس نے ہمارے ایک ساتھی کو قتل کر دیا اور دوسرے کو کہا کہ جیسے تیرے ساتھی کے ساتھ ہوا تیرے ساتھ بھی ویسے ہو گا۔ کہتا ہے کہ میں نے ڈر کے مارے بھاگ کر ساتھیوں کے پاس پہنچنا چاہا لیکن جاتے جاتے مجھے خیال گزرا کہ جس مقصد کے لئے گھر سے چلے اسے میرے ساتھی نے تو پالیا یعنی وہ جنت میں چلا گیا اور میں محروم جا رہا ہوں۔ اس ارادہ پر میں نے واپس لوٹ کر دشمن پر حملہ کر دیا لیکن میرا وار خطا گیا۔ اس نے حملہ کیا تو اس کا وار بھی خطا گیا۔ میں نے ہتھیار پھینک کر اس کی گردن پکڑ لی لیکن اس نے مجھے جھٹکا دے کر زمین پر گرا دیا اور میرے سینے پر سوار ہو گیا اب وہ ہتھیار وغیرہ کے ارادہ پر ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا کہ میرے مقتول ساتھی نے اُٹھ کر پیچھے سے اس کے بال کھینچے، اس سے اس نے میرے سینہ کو

دشمن سے علیحدہ کر دیا۔ پھر ہم دونوں نے مل کر دشمن کو قتل کر دیا۔ پھر ہم نے اس کا تمام سامان اُٹھایا اور میرا مقتول ساتھی میرے ساتھ باتیں کرتا چل رہا تھا۔ جب ایک درخت سے گزرے تو وہ مقتول (شہید) نیچے گرا اور اسی طرح ہو گیا جیسے پہلے مقتول پڑا تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو آکر واقعہ سنایا تو وہ اس جگہ کو دیکھنے آئے جہاں ہمارا دشمن کے ساتھ مقابلہ ہوا تھا۔

(۳۳) حکایت:

سالم بن عبداللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ایک سفر کے لئے نکلا تو زمانۂ جاہلیت کے قبرستان سے گزرا۔ اس میں سے ایک مردہ نکلا جو آگ سے لپٹا ہوا تھا اور آگ کی بیڑیاں اس کے پاؤں میں تھیں۔ میرے پاس پانی کا کوزہ تھا جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا اے عبداللہ! مجھے پانی پلا۔ شاید وہ مجھے پہچانتا تھا کہ میرا نام لے کر مجھے بلایا یا عرب کے محاورہ پر کہ جب کسی کو بلاتے ہیں تو "عبداللہ" کہہ کر پکارتے ہیں۔ واللہ اعلم، اسی دوران ایک اور شخص اس کے پیچھے آیا اور کہا اے عبداللہ! اسے پانی مت پلا یہ کافر ہے، پھر اس نے پہلے شخص کو بیڑیوں سے پکڑ کر دھکیلا اور اسے قبر میں لے گیا۔

اسی شب مجھے ایک بڑھیا کے ہاں قیام کا موقعہ ملا، اس کے گھر کے قریب ایک قبر تھی، میں نے اس کی قبر سے سنا وہ کہتا تھا" **بول وما بول، شن وماشن**" پیشاب اور پیشاب کیا ہے، مشک اور مشک کیا ہے۔

میں نے بڑھیا سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ قبر والا میرا شوہر ہے۔ جب وہ پیشاب کرتا تھا پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ میں اسے کہتی تھی تجھے افسوس ہے تو اونٹ سے گیا گزرا ہے کہ وہ جب پیشاب کرتا ہے تو اپنے پیشاب سے بچتا ہے لیکن تو پیشاب سے نہیں بچتا وہ میری بات نہیں مانتا تھا۔ اب جب سے مرا ہے اس کی قبر سے یہی آواز آرہی ہے۔

میں نے پوچھا کہ "**شن**" کیا ہے؟ کہا کہ ایک دن اس کے پاس ایک پیاسا شخص آیا اور اس نے پانی مانگا، کہا وہ سامنے مشک پانی سے پُر ہے۔ اس سے لے لے۔ اس بیچارے نے مشک کو کھولا تو اس میں پانی نہ تھا، چونکہ وہ سخت پیاسا تھا فوراً مر گیا اور جب سے مرا ہے تو کہتا ہے "**شن و ماشن**" یعنی مشک اور مشک کیا ہے۔[19]

جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس آیا تو آپ کو اس کے بارے میں اطلاع دی، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اکیلے سفر کرنے سے منع فرمادیا۔

(۳۴) حکایت:

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حج یا عمرہ کے لئے گھر سے نکلا۔ جب مقام رویثہ تک پہنچا تو میرا قافلہ آگے نکل چکا تھا، میں نے اپنی سواری کو پانی پلایا اور آگے سفر کے لئے پانی کی مشک بھر لی، اس کے بعد لوگ جمع ہو گئے اور مجھ سے حالات پوچھنے لگے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اسے جانے دو اس کا قافلہ نکل جائے گا ان سے فارغ ہو کر میں قافلہ کی طرف چلا راستے میں ایک قبرستان تھا اس میں سے ایک مردہ نکلا اس کے جسم سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے اور ہاتھ میں بیڑیاں تھیں۔ قافلہ والے اس سے نفرت کر کے چلے اور وہ مردہ مجھے پکار کر کہتا تھا اے اللہ کے بندے مجھ پر پانی ڈال (تاکہ آگ کے شعلے بجھ جائیں) اس کے پیچھے ایک شخص نکلا وہ کہتا تھا اس پر پانی مت ڈالنا یہ کافر ہے۔

---

[19] شاید اس کی وجہ سے اسے عذاب ہو رہا تھا اسی لیے اپنے غلط کردار کو یاد کر کے ایسا کہتا تھا۔ اُویسی غفرلہ

مردے نے جونام پکارا، نامعلوم وہ میرا واقف تھا یا اہلِ عرب کی عادت پر عبد اللہ پکارا پھر میں نے دیکھا کہ اُس شخص نے اس کافر کو قبر میں دھکیلا اور اسے ایک چابک مارا۔

قاضی کا حال:

(۳۵) حضرت عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک صاحب نے چالیس سال قضاء(افسری) کی، ایک دفعہ بیمار ہوا تو لوگوں سے کہا کہ اس مرض سے بچنا مشکل ہے جب میں مر جاؤں تو مجھے چار یا پانچ دن تک نہ دفنانا۔ جب کوئی بات پیش آئے تو تمہارا کوئی ایک مجھے بلائے(میں جواب دوں گا) جب وہ مر گیا تو اسے ایک صندوق میں بند کر دیا گیا۔ تیسرے دن انہیں اس کے تابوت میں سے بدبو محسوس ہوئی۔ ایک مرد نے اسے پکارا، اے فلاں(قاضی) صاحب! یہ بدبو کیسی ہے؟ اسے بولنے کی منجانب اللہ اجازت ملی اور بولا کہ میں نے تمہارے میں چالیس سال قضا(افسری) کی ہے میں نے کبھی کوئی غلط کام نہ کیا، صرف ایک غلطی ہوئی کہ میرے پاس دو شخص(مدعی، مدعی علیہ) آئے۔ ایک کے ساتھ میرا دل لگ گیا، میں اسے اپنے قریب کرکے اس کی بات سنتا اور زیادہ وقت دیتا۔ دوسرے سے دور سے بات کرتا اور اسے وقت بھی تھوڑا دیتا۔ یہ بدبو اسی کوتاہی کی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے کان پر کچھ کیا تو وہ اسی وقت مر گیا۔(یعنی بولنا بند کر دیا)

ملائکہ کا زائر مردہ:

(۳۶) معمر العمی کہتے ہیں کہ ہم میں ایک شخص بیمار ہوا، یہ سنہ ۶۹ ھ کی بات ہے، اسے عباد کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ہم نے سمجھا کہ وہ مر گیا۔ ہمارے بعض کہتے کہ وہ یقیناً مر گیا ہے، بعض کہتے اسے سکتہ ہے۔ تھوڑی دیر بعد ہم نے دیکھا کہ وہ ہاتھوں کے اشارے سے کہتا ہے "یا مّہ" اور ہاتھ کھول کر کہتا "این ابی" میں نے دونوں کو گم پایا ہے۔ پھر آنکھیں کھول دیں۔ ہم نے اسے کہا ہم نے سمجھا کہ تو مر گیا ہے۔ کہا ہاں، میں نے ملائکہ کو دیکھا کہ وہ بیت اللہ میں لوگوں کے سروں پر چکر لگا رہے ہیں۔ ایک فرماتا ہے کہ اے اللہ اپنے ان بندوں کو بخش دے جن کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور دنیا کے دور دور کے کناروں سے آئے ہیں۔ دوسرے فرشتے نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو بخش دیا۔ ان میں ایک فرشتہ کہتا ہے، اے مکہ والو! اگر یہ دور دور سے آنے والے نہ ہوتے تو میں دونوں پہاڑوں کے درمیان کو آگ سے بھر دیتا۔ پھر مردے نے کہا مجھے بٹھادو پھر کہا اے غلام جا ان کے لئے میوہ جات لے آ۔ ہم نے کہا ہمیں میوہ جات کی ضرورت نہیں۔ بعض نے کہا کہ اگر اس نے ملائکہ کو دیکھا ہے تو اب اس کا بچنا محال ہے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ تھوڑی دیر بعد اس کے ناخن سبز ہو گئے ہم نے اسے زمین پر لٹایا تو مردہ تھا۔

(۳۷) حکایت:

داؤد بن ہند نے کہا کہ میں ایک دفعہ سخت بیمار ہوا یہاں تک کہ موت کا یقین ہو گیا میرے گھر کا دروازہ میرے کمرے کے سامنے تھا اور میرا کمرہ میرے گھر کے دروازہ کے سامنے تھا۔ میں نے ایک مرد کو دیکھا جو میری طرف آرہا ہے اس کا سر موٹا اور کاندھے موٹے تھے، گویا کہ وہ ان لوگوں میں سے تھا جن کو جات[20] کہا جاتا ہے۔ میں نے اسے دیکھا وہ ان لوگوں کے مشابہ تھا جو رب کا کام کرتے ہیں، میں نے اسے دیکھ کر "انا للّٰه وانا الیه راجعون" پڑھا۔

[20] یہ ایک قوم ہے جس کے لوگ دراز قد اور قوی جسامت والے ہوتے ہیں۔ کاشف مدنی

میں نے سنا تھا کہ کافروں کی روح سیاہ فرشتہ نکالتا ہے۔ میں اسی حال میں تھا کہ میرے گھر کی چھت کھل گئی اور میں آسمان کو دیکھ رہا تھا اور آسمان سے ایک مرد اترا جس کا سفید لباس تھا اس کے پیچھے اور ایک اترا، یہ دونوں پہلے والے کو جھڑک رہے تھے لیکن میرا دل پتھر سے بھی سخت تھا یعنی میں ان سے نہ گھبرایا۔ ان دونوں میں سے ایک میرے سر کے نزدیک بیٹھ گیا، دوسرا پاؤں کے قریب، سر والے نے پاؤں والے سے کہا اسے ہاتھ لگاؤ یہ کیسا ہے، اس نے میری انگلیوں پر ہاتھ پھیر کر کہا یہ مجھے نماز کے لئے بار بار جانے والا معلوم ہوتا ہے۔ پھر پاؤں والے نے سر والے کو کہا کہ تم اسے ہاتھ لگاؤ، اس نے میرے گلے پر ہاتھ پھیر کر کہا اس کی زبان ذکر اللہ سے تر محسوس ہوتی ہے ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ابھی اس کی موت کا وقت نہیں آیا، پھر میرے گھر کی چھت کھل گئی، وہ دونوں اس سے آسمان کی طرف اڑ گئے پھر چھت بدستور درست ہو گئی۔ (21)

(۳۸) حکایت:

عبد الکریم بن حارث حضرمی کہتے ہیں کہ ہمیں ابو ادریس حضرمی نے بتایا کہ شہر مدینہ کا ایک شخص جسے زیاد کہتے تھے ہمارے پاس آیا، ہم نے رومیوں سے جنگ کی چنانچہ ہم نے ایک شہر کا محاصرہ کیا اس وقت ہم تین رفیق تھے میں اور زیاد اور ایک تیسرا شخص جو کہ اہلِ مدینہ میں سے تھا، ہم نے اپنے میں سے ایک کو کھانا لانے کے لئے بھیجا، اسی دوران ایک منجنیق (22) زیاد کے قریب پہونچی، پھر اس میں سے ایک ہڈی گری جو زیاد کے گھٹنوں کو لگی اس سے وہ غش کھا کر گرا، میں نے اسے سنبھالا اسی وقت میرا دوسرا ساتھی بھی واپس آیا، میں نے اسے بلایا ہم دونوں اسے ایک محفوظ جگہ لے گئے کہ جہاں منجنیق اور تیر نہ پہنچ سکیں، اسی حالت میں ہم کافی دیر بیٹھے رہے یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی اس وقت تک زیاد بے حس پڑا رہا پھر تھوڑی دیر بعد متحرک ہو کر اتنا ہنسا کہ اس کی داڑھیں کھل گئیں پھر اتنا رویا کہ اس کے آنسو اس کے چہرے پر بہہ رہے تھے پھر بدستور بے حس پڑا رہا پھر تھوڑی دیر بعد ہنسا اور رویا پھر بے حس ہو گیا چند لمحوں کے بعد ہوش میں آیا اور خود بخود اُٹھ بیٹھا اور کہا مجھے کیا ہو گیا تھا؟ ہم نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ تم ایسے ایسے ہنسے اور روئے۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں ہم نے کہا تمہیں یاد ہے کہ تمہارے قریب منجنیق آئی تھی؟ اس نے کہا ہاں۔ ہم نے کہا تمہیں اس سے ہڈی لگی تو بیہوش ہو گئے تھے اس کے بعد تم ہنسے بھی اور روئے بھی، زیاد نے کہا ہاں اس کی وجہ ہے وہ یہ کہ بیہوشی میں مجھے ایک حجرے میں لے گئے وہ یاقوت و زبرجد کا تھا، پھر مجھے ایک بستر دکھایا گیا جس کے بعض حصے دوسرے حصے سے ملے ہوئے تھے، اس کے سامنے چاندنی بچھی ہوئی تھی۔ جب میں اس بستر پر بیٹھا تو اپنے دائیں جانب سے زیور کی آواز سنی وہاں ایک عورت ظاہر ہوئی میں نہیں جانتا کہ وہ عورت زیادہ حسین تھی یا اس کا لباس یا پھر اس کا زیور ایک عورت تھی نہایت اعلیٰ لباس اور بہترین زیورات سے مُزَیَّن تھی۔ میں نے اسے اپنے بستر کی طرف بلایا جب میرے قریب ہوئی تو مرحبا کہہ کر کہا کہ میں نے جفاکار کا اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ہمیں بُرے آدمی کے سامنا نہ ہو، پھر کہا کہ میں فلاں عورت کی طرح نہیں۔ میں نے اپنی کہانی سنائی، وہ سن کر ہنسی اور میرے دائیں جانب آ کر بیٹھ گئی۔ میں نے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا میں تیری زوجہ کی سہیلی ہوں، میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کہا ٹھہر جا! ابھی تیرا وقت نہیں آیا تم ظہر کے وقت مجھے ملو گے۔ اس کی بات سن کر میں رویا، پھر میں نے گھنٹی کی آواز بائیں جانب سے سنی جب دیکھا تو اچانک ایک عورت تھی جو کہ دائیں طرف والی عورت کی طرح تھی، میں نے اس سے

---

21) پتا چلا کہ جو نمازی ہوتا ہے فرشتے اس سے نرمی والا معاملہ کرتے ہیں۔ کاشف مدنی

22) منجنیق توپ کی طرح ہوتی تھی جس میں پھتر وغیرہ ڈال کر دوسرے پر پھنکا جاتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی نمرود نے منجنیق میں ڈال کر ہی آگ میں ڈلوایا تھا لیکن اللہ عزوجل نے آگ کو ان پر گلزار کر دیا تھا اور دنیا میں سب سے پہلے منجنیق نمرود نے ہی بنوائی تھی۔ کاشف مدنی

وہی کہا جو پہلی عورت سے کہا تھا اور ہنسا پھر وہ میرے بائیں جانب بیٹھ گئی۔ میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو کہا ٹھہر جا! تیرا وقت نہیں آیا، تو میرے پاس ظہر کے وقت آئے گا۔

زیاد بیٹھا یہی باتیں سناتا رہا یہاں تک کہ ظہر کے وقت مؤذن نے اذان کہی تو زیاد ایک طرف جھک گیا اور انتقال کر گیا۔[23]

فائدہ: عبد الکریم نے کہا کہ یہ واقعہ ابو ادریس مدینی سے ایک مرد نے سنا، میں نے اس کے پاس جا کر پوچھا کیا تو نے ادریس سے یہ واقعہ سنا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔

(۳۹) حکایت:

عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ گذشتہ زمانہ میں چند نوجوان اپنے شہر سے نکل کر اہلِ روم کے ساتھ جنگ کرنے جاتے تھے اور ان پر حملہ کر کے ان کے اموال واسباب چھین کر واپس لوٹتے، ایک دفعہ پکڑے گئے، رومی سب کو گرفتار کر کے اپنے کافر بادشاہ کے پاس لائے بادشاہ نے انہیں اپنے دین کی دعوت دی، انہوں نے انکار کیا اور کہا ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کر سکتے۔ بادشاہ نے اپنے درباریوں سے کہا ان کے ساتھ کیا کیا جائے؟ انہوں نے کہا انہیں دریا کے کنارے والے ٹیلے پر چڑھا کر نیچے گرایا جائے، دریا میں ڈوب کر مرجائیں گے۔ چنانچہ بادشاہ نے ان قیدیوں کو بلا کر ان میں سے ایک کے ہاتھ گردن کے پیچھے کر کے دریا میں پھینکا، اچانک اس کا سر ان درباریوں کے سامنے پانی سے ظاہر ہوا اور پڑھنے لگا:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ۖ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۙ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۚ (الفجر:۸۹/۲۷تا۳۰)

ترجمہ کنزالایمان: اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی، پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ۔

(۴۰) حکایت:

حضرت عبد الواحد بن زید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم ایک جنگ میں تھے۔ ہمارا دشمن سے سامنا ہوا، جب ہم فارغ ہو کر لوٹے تو ہم میں سے ایک فرد مفقود تھا۔ اسے ہم نے ایک وادی میں مقتول پایا، اس کے گرد چند لونڈیاں دف بجا رہی تھیں۔ جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو بھاگ کر جنگل میں چھپ گئیں۔

(۴۱) حکایت:

عطاف بن خالد کی خالہ فرماتی ہیں کہ میں ایک دفعہ شہدائے احد کے مزارات پر گئی، ویسے میں ہمیشہ زیارت کے لئے جایا کرتی تھی لیکن اس دفعہ عجیب امر دیکھنے میں آیا وہ یہ کہ میں نے دو رکعت پڑھ کر سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضری دی، میں نے وہاں کسی بھی فرد کو نہ دیکھا سوائے ایک غلام کے جو وہاں کھڑا تھا۔ اس نے میری سواری سنبھالی۔ میں نے نفل سے فراغت پا کر حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر کہا "اسلام علیکم" میں نے سلام کا جواب مزار کے اندر سے سنا اور اس کا مجھے ایسے یقین ہے جیسا میرا عقیدہ ہے کہ میرا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور ایسا یقین جیسے ہم جانتے ہیں رات گئی دن آیا۔ یہ حال دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں گھبرا گئی۔[24]

(۴۲) حکایت:

---

[23] پتا چلا کہ اللہ والوں کو دنیا سے جانے سے پہلے ہی جنت اور جنت میں ملنے والی حوریں دکھا دیں جاتی ہیں۔ کاشف مدنی

[24] اس حکایت سے یہ پتا چلا کہ اللہ کریم اپنے ولیوں کو ان کی قبروں میں ایسی طاقت والی حیات دیتا ہے کہ وہ سلام کرنے والوں کو اپنے جواب کی آواز بھی سنا سکتے ہیں۔ کاشف مدنی

یزید بن طریف فرماتے ہیں کہ میرا بھائی فوت ہو گیا جب ہم نے اسے قبر میں اُتارا سب لوگ چلے گئے تو میں بھائی کی قبر پر سر رکھ کر سو گیا۔ قبر کے اندر سے ہلکی سی آواز سنائی دی اور میں نے پہچان لیا کہ وہ آواز میرے بھائی کی تھی، وہ کہہ رہا تھا" اللہ " پھر اسے کسی نے کہا: تیرا دین کیا ہے؟ کہا:" الاسلام "۔

(۴۳) حکایت:

علاء بن عبد الکریم فرماتے ہیں کہ ایک مرد مر گیا اس کا ایک نابینا بھائی تھا۔ وہ کہتا ہے کہ ہم نے بھائی کو دفن کر دیا۔ پھر تمام لوگ چلے گئے میں قبر پر سر رکھ کر سو گیا۔ قبر کے اندر سے سنائی دی، کوئی کہتا ہے "من ربک" میرے بھائی نے جواب دیا "اللّٰہ ربی و محمد نبیی" یعنی اللہ میرا رب ہے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم میرے نبی۔ میں نے اپنے بھائی کی آواز پہچانی جیسے وہ بولتا تھا۔ اسی طرح کی آواز تھی۔ پھر میرے کان کے قریب کوئی شے تیر جیسی قبر سے نکلی اس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں گھبرا گیا، اس کے بعد گھر واپس چلا آیا۔

حضرت یحییٰ پیغمبر علیہ السلام کا سر مبارک:

(۴۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ و حضرت یحییٰ علیہما السلام بارہ حواریوں میں مبعوث ہوئے وہ لوگوں کو دینی احکام سکھاتے تھے۔ مجملہ ان کے ایک یہ بھی تھا کہ بھانجی سے نکاح حرام ہے اور وقت کے بادشاہ کو اپنی بھانجی سے عشق تھا اور اس کا خیال تھا کہ وہ اس سے نکاح کرے گا۔ بادشاہ اس کی روزانہ ہر حاجت پوری کرتا۔ جب بادشاہ کی بہن کو معلوم ہوا کہ یحیٰی بن زکریا علیہما السلام بھانجی سے نکاح کو حرام کہتے ہیں تو اس نے اپنی لڑکی کو سکھایا کہ جب بادشاہ تم سے ضرورت پوچھے تو کہہ دینا کہ مجھے یحیٰی بن زکریا علیٰ نبینا علیہم السلام کا سر چاہیے۔ چنانچہ حسبِ دستور لڑکی بادشاہ کے پاس گئی تو بادشاہ نے کہا کوئی ضرورت ہو تو بتاؤ؟ اس نے کہا مجھے یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا سر چاہیے۔ بادشاہ نے کہا اس کے سوا کچھ اور مانگ لے؟ اس نے کہا بس یہی سوال ہے۔ جب بادشاہ نے دیکھا کہ لڑکی بضد ہے تو اس نے ایک تھال منگوایا پھر اس نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو شہید کروا کر ان کا سر مبارک اسی تھال میں رکھ کر بھانجی کے پاس بھیج دیا۔[25]

حضرت یحییٰ (علیہ السلام) کے جسم کا قطرہ زمین پر گرا تو زمین ابلنے لگی، جیسے ہانڈی ابلتی ہے اور وہ بدستور عرصہ تک اُبلتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو ان پر مسلط کیا اور اس نے عزم کیا کہ اسی جگہ پر انسانوں کو قتل کر کے اس وقت تک خون بہایا جائے گا جب تک زمین ساکن نہ ہو جائے۔ چنانچہ یحییٰ علیہ السلام کے بدلے میں ستر ہزار آدمی قتل کئے گئے۔

(۴۵) شہر بن حوشب نے فرمایا کہ جب اس لڑکی کے پاس حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مبارک پہنچا تو اس نے تھال کو سونے سے مرصع کر کے ماں کو بھیجا۔ جب وہ سر مبارک تھال میں رکھا گیا تو تین دن تک سر مبارک کلام کرتا رہا اور کہتا تھا کہ نہ بادشاہ کی بھانجی اس پر حلال ہے اور نہ وہ بھانجی کے لئے حلال ہے۔ جب لڑکی کی ماں نے آپ (علیہ السلام) کا سر مبارک دیکھا تو کہا آج میری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔

(۴۶) عورت قاتلہ کا انجام بد:

---

[25] باقی جسم کا کیا ہوا۔ واللہ اعلم

اس کے بعد وہ چادر اور دوپٹہ اور دیگر لباس ریشمی پہن کر اپنے محل پر چڑھنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے سخت اور تیز آندھی بھیجی جس سے اسے جھٹکا لگا تو کپڑوں سے لپٹی ہوئی نیچے گری۔ اس نے خونخوار کتے پال رکھے تھے جو انسانی لاش کو چیر پھاڑ کر کھا گئے۔ جب کتے اسے کھا رہے تھے تو وہ آنکھوں سے دیکھتی رہی کیونکہ کتوں نے سب سے آخر میں اس کی آنکھیں چبائیں۔[26]

(۴۷) مطرف بن عبد اللہ بن شخیر:

آپ بیمار ہوئے تو آپ کی عیادت کے لئے حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ اور ایک اور شخص حاضر ہوئے تو وہ اس وقت بیہوشی میں تھے۔ فرماتے ہیں کہ ان سے تین انوار چمکے پہلا سر سے، دوسرا ان کے وسط سے اور تیسرا ان کے پاس سے۔ فرماتے ہیں اس سے ہم خوفزدہ ہوئے۔ جب وہ ہوش میں آئے تو ہم نے ان سے پوچھا اے ابو عبد اللہ! ہم نے یہ عجیب منظر دیکھا، اس سے ہم گھبرا گئے۔ آپ اس کی وضاحت فرمایئے۔ فرمایا کیا تم نے وہ منظر دیکھا؟ ہم نے کہا ہاں۔ فرمایا یہ "سورۃ الم تنزیل السجدہ" تھی۔ اس کی ۱۹ آیات ہیں۔ اس کا اول میرے سر پر چمکا۔ اس کا درمیانہ درمیان سے، آخری پاؤں کی طرف اور سورۂ ملک نے میری شفاعت کی اور اوپر لے گئی۔ یہ کہہ کر وہ فوت ہو گئے۔[27]

(۴۷) حکایت:

حضرت مورق عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک شخص کی طبع پرسی کے لیے گیا وہ اس وقت بیہوش تھا۔ میں نے دیکھا نور اس کے سر سے نکلا گھر کی چھت تک پہنچ کر چھت کو چیر دیا، دوسرا اس کی ناف سے نکلا اس نے پہلے کی طرح چھت چیر دی، تیسرا نور اس کے دونوں پاؤں سے نکلا اس سے وہی ہوا جو پہلے دو سے ہوا، جب اسے افاقہ ہوا تو ہم نے کہا، کیا تمہیں نہیں معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا؟ کہا ہاں۔ سر سے جو نور نکلا وہ سورۂ الم سجدہ کے اوّل حصہ کا نور تھا اور جو ناف سے نکلا وہ سورہ مذکور کا درمیانہ حصہ تھا اور جو سر سے نکلا وہ سورۃ کے آخری حصہ کا نور تھا وہ میری شفاعت کے لئے بارگاہ الٰہی میں گئیں اور سورۂ ملک میری نگرانی کر رہی ہے اس لئے کہ یہ دونوں سورتیں روزانہ رات کو پڑھ کر سوتا تھا۔

(۴۸) قابیل کی کہانی:

ابو ایوب یمانی فرماتے ہیں کہ ہمارے قبیلہ کا ایک شخص جسے عبد اللہ کے نام سے پکارا جاتا ہے، کہتا ہے کہ وہ اور اس کے ساتھی دریائی سفر کے لئے نکلے۔ دریا پر تاریکی چھا گئی، کئی دن تک ہم اس تاریکی میں چلتے رہے۔ چند دنوں کے بعد وہ تاریکی چھٹ گئی، روشنی ہوئی تو ایک بستی کے قریب تھے۔ میں پانی تلاش کرنے نکلا، اس بستی کے دروازے بند تھے، میں نے بڑی آوازیں دیں لیکن جواب نہ ملا۔ میں حیران کھڑا تھا کہ دو سوار ملے۔

مجھ سے ماجرا پوچھا میں نے سارا حال سنایا اور پانی کی طلب کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس گلی میں چلا جا، اس کے آخر میں پانی کا حوض ہے، جتنا چاہے پانی لے لیکن جو ہولناک منظر نظر آئے اس سے مت گھبرانا۔ میں نے بستی کے متعلق پوچھا کہ اس کے دروازے کیوں بند ہیں؟ انہوں نے کہا یہ موتیٰ کے ارواح کا مسکن ہے۔ ان کے کہنے پر میں گلی میں چلا گیا واقعی اس کے آخر میں پانی کا حوض تھا، اس میں ایک شخص اُلٹا لٹکا ہوا ہے، وہ پانی چاہتا ہے لیکن پانی

---

[26] تبصرہ اویسی غفرلہ: حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرح امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک بھی بلا جسم بولتا رہا اور ہر مقام و محل کے مطابق بات کرتے اور اس عورت کو سزا ملی تو نبی علیہ السلام کی گستاخی کی وجہ سے یونہی گستاخوں کا انجام برباد ہوتا ہے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف "گستاخوں کو بڑا انجام" اور الحمد للہ ہم نے احباب سمیت سیّدنا یحییٰ علیہ السلام کے سر مبارک کے مدفون کی زیارت کی یہ ایک چبوترہ میں جامع مسجد بنو اُمیہ دمشق میں ہے۔ اویسی غفرلہ

[27] فائدہ: یہ دونوں سوتے وقت پڑھ لی جائیں تو اس کا فائدہ وہی ہو گا جو مذکور ہوا۔ اویسی غفرلہ

تک اس کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ مجھے دیکھ کر کہا اے عبد اللہ! مجھے پانی پلا، میں نے پانی پیالہ میں لے کر اسے پلانا چاہا لیکن میرا ہاتھ بندھ گیا۔ پھر میں نے اپنے عمامہ کو تر کر کے اس کے منہ تک لے جانا چاہا تو میرے دونوں ہاتھ بندھ گئے۔ میں نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں وہی ہوں جس نے سب سے پہلے زمین پر ناحق خون بہایا (یعنی قابیل ابن آدم علیہ السلام)۔

(۴۹) ارواحِ آلِ فرعون:

امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرد عسقلانی سے پوچھا، جو ساحلِ دریا پر رہتا تھا کہ تو نے کبھی عجیب بات دیکھی؟ اس نے کہاں ہاں ہم دریا سے ایک سیاہ پرندہ دیکھتے ہیں جو سیاہ ہو کر نکلتا ہے، سارا دن سیاہ رہتا ہے، شام کو سفید ہو کر دریا میں داخل ہو جاتا ہے۔ اوزاعی نے کہا اسے تم نے کیا سمجھا؟ انہوں نے کہا ہاں ہماری سمجھ میں ہے کہ اس پرندے کے گھونسلے میں آلِ فرعون کی ارواح ہیں جنہیں روزانہ آگ پیش کی جاتی ہے، جب اس پرندہ پر آگ کی تپش کا اثر ہوتا ہے تو اس کے پر سیاہ ہو جاتے ہیں، سارا دن اسی طرح گزار کر واپسی دریا میں چلا جاتا ہے۔ اس واقعہ کی تصدیق انہوں نے اس آیت سے کی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ٥ (المؤمن:۴۰/۴۶)

ترجمہ کنزالایمان: حکم ہو گا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

(۵۰) مقروض سزایاب:

شیبان بن حسن فرماتے ہیں کہ میرے والد اور حضرت عبد الواحد بن زید جنگ کے لئے گھر سے نکلے ایک کنوئیں پر پہنچے، ڈول میں پانی ڈالا تو رسی ٹوٹ گئی پھر سب نے اپنی اپنی رسیاں ملا کر ایک مرد کو کنوئیں میں اتارا۔ جب وہ کنوئیں میں گیا تو اندر سے مُہمَل (عجیب) کلام سنائی دیا۔ کنوئیں سے نکل کر پوچھا کہ جو کچھ میں نے سنا تم نے بھی سنا ہے؟ ہم نے کہا ہاں۔ پھر کہا مجھے ستون کے برابر کی لکڑی دو تاکہ میں کنوئیں سے پانی نکالوں وہ اس بڑی لکڑی کے سہارے کنوئیں میں گیا تو اسی طرح کی آواز اپنے قریب سے سنی۔ اس سے پوچھا کہ تم جن ہو یا انسان؟ اس نے کہا میں انسان ہوں۔ اس سے پوچھا تم کہا سے یہاں آئے ہو؟ کہا میں انطاکی ہوں، انطاکیہ میں میری اولاد نہ مجھے یاد کرتی ہے نہ قرض ادا کرتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جو کنوئیں میں داخل ہوا وہ کنوئیں سے نکل کر ساتھیوں سمیت انطاکیہ چلے گئے۔ اس مرد کا حال معلوم ہوا لوگوں نے کہا وہ مر گیا ہے اس کی اولاد کا پوچھا تو وہ اس سے ملے، کہنے لگے ہمارا باپ نہایت پاکباز تھا، ہاں اس نے چند چیزیں خریدیں لیکن ان کی قیمت ادا نہ کر سکا۔ چلیں ہم ان کا وہ قرض ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے چل کر قرض ادا کیا۔ ہم پھر واپس کنوئیں پر آئے تو نہ وہ کنواں تھا نہ اس کا کوئی نشان۔ ہم یہاں سے چلے اور کہیں جا کر رات گزاری، رات کو خواب میں وہی مرد جو کنوئیں میں تھا آیا اور کہا اللہ تعالیٰ تمہیں جزا دے۔ ادائیگی قرض کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کنوئیں سے نکال کر جنت میں جگہ دی۔ (الحمد للہ علیٰ ذلک)[28]

موسیٰ علیہ السلام کے ستر صحابی:

(۵۱) محمد بن کعب القرظی آیت:

وَاخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ (الاعراف:۷/۱۵۵)

ترجمہ کنزالایمان: اور موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر مرد ہمارے وعدہ کے لئے چنے۔

---

[28] فائدہ: اکثر لوگ قرض لے کر یا تو دینے سے انکار کر دیتے ہیں یا دینے میں سستی کرتے ہیں، اسی دوران موت آجاتی ہے تو وہی سزا ہے جو مذکور ہے۔ ہاں قرض ادا کرنے کا ارادہ مصمم تھا لیکن موت نے مہلت نہ دی تو اس کے لئے تخفیفِ عذاب یا کلی نجات کی امید ہو سکتی ہے۔ اُویسی غفرلہٗ

کی تفسیر میں لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ستر نیک آدمی انتخاب کر کے سفر کے لئے نکلے۔ انہوں نے آپ سے پوچھا ہمیں کہاں لے جانا چاہتے ہیں؟ فرمایا میں تمہیں اپنے رب کے ہاں لے جارہا ہوں، اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے تورات عطا فرماؤں گا۔ انہوں نے کہا ہم نہیں مانتے یہاں تک کہ ہم خود آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔

انہیں اس جرأت مندانہ کلام پر کڑک (بجلی) نے پکڑ لیا اور وہ اس منظر کو دیکھ رہے تھے، موسیٰ علیہ السلام کے پاس جب کوئی بھی نہ بچا اکیلے رہ گئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّایَ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ (الاعراف:۷/۱۵۵)

ترجمہ کنزالایمان: رب میرے تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا، کیا تو ہمیں اس کلام پر ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا۔

اے پروردگار واپس جا کر ان کے متعلق کیا کہوں گا جبکہ ان میں سے میرے ساتھ ایک بھی نہیں بچا۔ پھر محمد بن کعب القرظی نے آیت پڑھی:

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (البقرۃ:۲/۵۶)

ترجمہ کنزالایمان: پھر مرے پیچھے ہم نے تمہیں زندہ کیا کہ کہیں تم احسان مانو۔

زندہ ہو کر انہوں نے کہا "ھدنا الیک" اپنی طرف سے ہمیں ہدایت دے، یہودیوں کا یہ لقب اسی کلمہ سے ہے۔

(۵۲) ہزاروں یہودی زندہ ہوگئے:

ہلال بن یساف نے آیت:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۖ (البقرۃ:۲/۲۴۳)

ترجمہ کنزالایمان: اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تھا انہیں جو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے۔

کی تفسیر میں فرمایا کہ بنی اسرائیل میں طاعون کی بیماری (وباء) پھیلی تو ان کے دولت مند وہ علاقہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے گئے، جو بچ گئے وہ اس وباء سے مر گئے۔ ان مرنے والوں کی برادری سے کچھ وباء سے بچ بھی گئے۔ جب وہی وباء سال کے بعد پھر آئی آپس میں کہا کہ ہم اگر یہاں رہ گئے تو ہم بھی مر جائیں گے اگر چلے جائیں تو پہلے جو چلے گئے تھے وہ بچ گئے، اسی طرح ہم بھی بچ جائیں گے۔ یہ طے کر کے چلے تو راستہ میں ان پر اللہ تعالیٰ نے موت وارد کر دی، وہ وہیں پڑے رہے یہاں تک کہ ان کی ہڈیاں رہ گئیں، گوشت پوست وغیرہ سب گل گیا۔ اس علاقہ کے لوگوں نے ان کی ہڈیاں ایک جگہ جمع کر دیں ان پر ان کے نبی علیہ السلام کا گزر ہوا۔ حصین نے فرمایا میرا خیال ہے کہ وہ حزقیل علیہ السلام تھے۔ عرض کی یارب تو چاہے تو انہیں زندہ کر دے، یہ تیری عبادت کریں گے، تیرے شہروں کو آباد کریں گے، تیرے اور بندے جنیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی، فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ یہ زندہ ہو جائیں؟ عرض کی ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ کلمات کہو، ان کلمات کی برکت سے ان کی ہڈیوں پر گوشت اور پٹھے چڑھائے گئے، پھر اور کلمات پڑھے جن کی برکت سے ان کی اصلی صورتیں جڑ گئیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل بولنے لگے، پھر بعد کو جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ زندہ رہے۔[29]

(۵۳) باپ تیس سالہ اور بیٹا ایک سو بیس سالہ

[29] تبصرہ اویسی غفرلہ: غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو بڑھیا کا بیڑا تیرایا اس کی دلیل یہ واقعہ کلی ہے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ "غوثِ اعظم اور بڑھیا کا بیڑا" (اویسی غفرلہ)

حضرت حسن بصری (رحمہ اللہ) نے آیت:

اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ (البقرۃ:۲/۲۵۹)

ترجمہ کنزالایمان: یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اور وہ ڈھئی پڑی تھی اپنے چھتوں پر بولا اسے کیونکر جلائے گا اللہ اس کی موت کے بعد تو اللہ نے اسے مردہ رکھا سو برس پھر زندہ کر دیا۔

کی تفسیر میں فرمایا کہ عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے صبح بوقتِ چاشت موت دی، پھر انہیں زندہ کیا تو سورج غروب ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا یہاں کتنی دیر ٹھہرے ہو؟ عرض کی ایک دن یا اس سے کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ایک سو سال یہاں گزار چکے ہو۔ دیکھو تمہارا طعام اور تمہارا پانی نہیں بدلا اور گدھے کو دیکھو کہ ہم نے لوگوں کے لئے عبرت بنائی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے گدھے کو جو ریزہ ریزہ ہو چکا تھا ان کے طعام اور پینے کی چیزوں سے درندوں کو دور رکھا۔ اے عزیر دیکھو! ہم تمہارے گدھے کو کیسے اُٹھاتے اور اس پر کیسے گوشت چڑھاتے ہیں۔

امام حسن بصری (رحمہ اللہ) نے فرمایا مجھے بتایا گیا ہے کہ عزیر علیہ السلام کی سب سے پہلے آنکھ کو کھولا وہ گدھے کی ہڈیاں جڑتے ہوئے آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ جب عزیر علیہ السلام کے سامنے یہ بات واضح ہوئی تو عرض کی مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔

(۵۴) حضرت اعمش سے "و لنجعلک آیۃ للناس" کی تفسیر میں مروی ہے وہ فرماتے ہیں ایک نوجوان آیا اس حال میں کہ اس کے بچے بوڑھے ہو چکے تھے۔

(۵۵) موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں مردہ زندہ ہوا:

بنی اسرائیل کے دو شہر تھے اور ایک محفوظ دروازہ جس کے گرد مضبوط دیوار تھی۔ جب وہ رات کو شہر کے دروازوں کو تالہ سے بند کر کے سوتے تو صبح اُٹھ کر دیوار کے اوپر کھڑے ہو کر شہر کے گرد دیکھتے کہ کوئی حادثہ تو نہیں ہوا۔ دوسرا شہر ویران جس کی نہ دیواریں نہ کوئی اور حفاظت۔ ایک دن محفوظ شہر والے اُٹھے تو دیکھا ان کے شہر کے کنارے ایک مردہ مقتول پڑا ہے۔ ویران شہر والوں نے محفوظ شہر والوں پر الزام لگایا کہ تم نے اسے قتل کیا اُدھر اُس کا بھتیجا دھاڑیں مار کر رو رہا تھا اور کہتا تھا کہ اس شہر والے لوگوں نے میرے چچا کو قتل کیا ہے۔ محفوظ شہر والے لوگ کہنے لگے کہ ہم تورات کو شہر کے دروازے بند کر کے سوتے ہیں ہم نے تمہارے آدمی کو قتل نہیں کیا۔ پھر یہ دونوں شہر والے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں حاضر ہوئے اور چاہا کہ آپ بتائیں اس کا قاتل کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖٓ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا ھُزُوًا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا ھِیَ قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ اِنَّھَا بَقَرَۃٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِکْرٌ عَوَانٌ بَیْنَ ذٰلِکَ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُھَا قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ اِنَّھَا بَقَرَۃٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُھَا تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا ھِیَ اِنَّ الْبَقَرَ

تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَاِنَّـآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّـهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْـرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْـهَا قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ۔ (البقرۃ:۲/۶۷۔۷۱)

ترجمہ کنزالایمان: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو، بولے کہ آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں، فرمایا خدا کی پناہ کہ میں جاہلوں سے ہوں۔ بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتادے گائے کیسی، کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ اوسر بلکہ ان دونوں کے بیچ میں تو کرو جس کا تمہیں حکم ہوتا ہے۔ بولے اپنے رب سے دعا کیجئے ہمیں بتادے اس کا رنگ کیا ہے کہا وہ فرماتا ہے وہ ایک پیلی گائے ہے۔ جس کی رنگت ڈہڈہاتی دیکھنے والوں کو خوشی دیتی۔ بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لئے صاف بیان کرے وہ گائے کیسی ہے بیشک گائیوں میں ہم کو شبہ پڑ گیا اور اللہ چاہے تو ہم راہ پا جائیں گے۔ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے جس سے خدمت نہیں لی جاتی کہ زمین جوتے اور کھیتی کا پانی دے بے عیب ہے جس میں کوئی داغ نہیں بولے اب آپ ٹھیک بات لائے، تو اسے ذبح کیا اور ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔

قصہ گائے کا:

جس گائے کا ذکر قرآن مجید میں ہوا اس کا واقعہ یوں ہے کہ شہر میں ایک نوجوان تھا وہ اپنی دوکان میں بیٹھ کر سامان بیچتا تھا، باپ بوڑھا زندہ تھا۔ ایک دن دوسرے شہر سے ایک آدمی آیا اس نوجوان سے سامان خریدنا چاہا، نوجوان نے کہا کہ میرے والد آرام فرمارہے ہیں انہیں جگانا مجھے ناگوار ہے۔ خریدار نے کہا کہ مجھے سامان دوکان سے نکال دو، دوگنی قیمت ادا کروں گا، نوجوان نے انکار کر دیا۔ باپ کو جگانا اور گوارا نہ کیا۔ تیسری بار خود خریدار اس کے باپ کو دیکھنے گیا کہ واقعی اس کا باپ گہری نیند میں خراٹے لے رہا ہے۔ پھر خریدار نے مزید قیمت کا لالچ دیا، نوجوان بدستور اپنے مؤقف پر ڈٹا رہا۔ جب یہ دونوں واپس چلے گئے، نوجوان کے والد جاگ گئے۔ نوجوان نے باپ کو سارا ماجرا بیان کیا۔ باپ نے کہا تو نے غلطی کی خواہ مخواہ اتنا نقصان ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کی والد کی خدمت گزاری پر یوں انعام فرمایا کہ اس کی گائے سے بچھڑا پیدا ہوا، وہی بنی اسرائیل کے مردہ زندہ کرنے کے کام آئے گی۔ بنی اسرائیل اس نوجوان کے پاس گائے خریدنے آئے۔ نوجوان نے کہا میں یہ گائے والد کی اجازت کے بغیر نہیں بیچ سکتا۔ انہوں نے کہا ہمیں اسے ہر حال میں لازماً خریدنا ہے۔ نوجوان نے کہا جبراً چھین لوگے وہ علیحدہ بات ہے لیکن میں والد کے بغیر اسے نہیں بیچ سکتا۔ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے نوجوان کا حال سنایا۔ آپ نے فرمایا اسے جس طرح راضی کرنا ہو راضی کرو۔ انہوں نے کہا کہ اس کی رضا کا طریقہ آپ ہی بتائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے یہ گائے سونے کے برابر خریدو۔ وہ اس پر راضی ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسے ہی کیا گیا اور گائے کو سونے کے برابر خرید لیا گیا اور گائے مردہ کی قبر پر لائے اس کی قبر ان دو شہروں کے درمیان واقع تھی۔ دونوں شہروں کے لوگ جمع ہو گئے۔ گائے ذبح کی گئی اور اس کا بھتیجا بدستور قبر پر رو رہا تھا کہ چچا کو کسی ظالم نے قتل کر دیا۔ بہر حال گائے ذبح کی گئی اور اس کا بعض حصہ مردہ کی قبر پر مارا تو مردہ قبر سے سر کے بال جھاڑتا ہوا اُٹھا اور کہا کہ مجھے میرے بھتیجے نے قتل کیا اور یہ مدت العمر سے میری موت کا منتظر تھا کہ میرے مال کو وارث بنے گا۔ میری موتِ طبعی میں دیر دیکھی تو مجھے قتل کر دیا۔ یہ کہہ کر وہ مر گیا۔[30]

---

[30] تبصرہ اویسی غفرلہٗ: یہ روایت ابن ابی الدنیا کی ہے۔ دوسرے محدثین ومفسرین دوسرے طریقے سے بیان کرتے ہیں، وہ بھی فقیر درج کرتا ہے تاکہ مسائل وعقائد کی مزید تائید شدید ثابت ہو۔

اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت مالدار تھا۔ اس کی اولاد نہ تھی صرف دو بھتیجے تھے۔ ایک رات مال کے لالچ میں انہوں نے اسے مار ڈالا اور اس کی لاش دو گاؤں کے درمیان ڈال دی اور سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ان دونوں گاؤں والوں پر دعویٰ کر دیا۔ وہ لوگ چونکہ اس فعل سے بے خبر تھے واویلا کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس واقعہ کی صحت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا طلب کرائی۔ (حاشیہ اگلے صفحہ پر جاری ہے۔)

(۵۶)پیاسا مردہ بولا:

حویرث بن رثاب فرماتے ہیں کہ میں مقام اثایہ کے قبرستان میں تھا۔ اچانک قبر سے ایک مردہ نکلا اس نے کہا اے بندۂ خدا مجھے پانی پلا، اس کی حالت خراب تھی کہ اس کے چہرے پر آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے اور وہ لوہے کی زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا۔ اس کی قبر سے ایک اور آدمی نکلا اور اسے زنجیروں سے کھینچ کر قبر کے اندر لے جارہا تھا اور مجھے کہا اے بندۂ خدا اس خبیث کو پانی مت پلانا، اس طرح اسے قبر کے اندر لے گیا۔ حویرث کہتے ہیں کہ میں

موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی، حکم ہوا کہ یہ لوگ گائے ذبح کریں۔ لوگوں نے کہا کہ ہمارے ساتھ مذاق مت کرو، صحیح واقعہ بتاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے اسی طرح کہا ہے انہوں نے کہا اچھا بتاؤ گائے کیسی ہے۔ اس کا رنگ کیا ہے، کس کام کی ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے سب تفصیل بتادی۔ اب انہیں پتہ چلا کہ ان اوصاف کی گائے جو ایک یتیم کے پاس ہے، وہ گائے یتیم سے بہت مہنگی لے کر ذبح کی۔ جب گائے ذبح کی گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اضربوہ ببعضھا" یعنی پھر ہم نے کہا مارو اس مردہ کو اس گائے کا بعض۔

لفظ "بعض" سے مراد مفسرین نے زبان لی ہے۔ کچھ مفسرین کہتے ہیں سیدھی ران کا ایک ٹکڑا تھا، بعض کے نزدیک کان ہے، بعض کے نزدیک دم کی ہڈی ہے۔ بہر حال اس مردہ گائے کے بعض حصہ کو مردہ آدمی سے لگایا گیا تو وہ اُٹھ کر کھڑا ہو اور سارا واقعہ بیان کرکے مرگیا۔ (کذا فی مظہری، ج ۱، ص ۴۴، خازن، ص ۵۷، صاوی، ج ۱، ص ۳۷، وغیرہا)

تقریباً تمام تفاسیر میں یونہی ہے۔ اختصاراً أو تطویلاً بطریق مختلف و الفاظ متنوعہ

واقعہ میں تین چیزیں قابلِ غور ہیں:

(اولاً) یہ کہ جب اللہ تعالیٰ قادرِ قدیر کُن کہہ کر کائنات پیدا فرما سکتا ہے۔ اب مقتول کے زندہ فرمانے سے کون سا اشکال تھا کہ نہ خود زندہ فرماتا ہے اور نہ ہی موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم دیتا ہے کہ تم میری اجازت سے مردہ کو زندہ کرلو بلکہ انہیں گائے کے ذبح کرنے پر مجبور کردیا اور وہ بھی خاص قسم کی جس میں بہت بڑے لمبے شرائط ذکر فرمائے۔ بہر حال اس طوالت میں کوئی حکمت ضرور مضمر ہے۔ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ اپنی تفسیر مظہری، جلد ۱، صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں:

شرطہ فیہ ماشرط لما جری عادتہ تعالیٰ فی الدنیا بتعلیق الأشیاء بالأسباب الظاھرۃ

یعنی، اللہ تعالیٰ نے ابتداً اس لئے مردہ کو زندہ فرمایا اور اسے شرائط کے ساتھ مشروط فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ اشیاء کو اسبابِ ظاہرہ سے متعلق فرمایا کرتا ہے۔

فائدہ: انہی اسباب سے انبیاء و اولیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام کی مدد ہے۔ تفصیل فقیر کی تصانیف میں ہے۔

ثانیاً) یہ کہ اپنی قدرت کا مظہر گائے کو کیوں بنایا حالانکہ گائے کے بجائے اگر موسیٰ علیہ السلام کو مظہر بناتے جو اس کی قدرت کے مظہر اعلیٰ بھی ہیں اور قوم کے نبی بھی اور قوم کو ان کے معجزے دیکھنے کی ضرورت بھی تھی اور موسیٰ علیہ السلام کی قدرت کے اظہار پر دین کا فائدہ بھی تھا کہ معجزہ دیکھ کر شاید اور لوگ ایمان لے آتے۔ اس کی وجہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں:

وکان اللّٰہ تعالیٰ فیہ حکمۃ و ذلک انہ کان فی بنی اسرائیل رجل صالح لہ ابن طفل وکان لہ عجل اتی بھا الی غیضۃ و قال اللھم انی استودعک ھذہ العجل لابنی حتی یکبر و مات الرجل فصارت العجلۃ فی الغیضۃ عوانا و کانت تھرب من کل راھا۔ الخ

یعنی، اس میں حکمت یہ تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک مرد تھا نیک اور اس کا ایک چھوٹا لڑکا تھا اپنی موت کو جب قریب دیکھا تو بچے کے لئے ایک بات سوجھی وہ یہ کہ اس کے گھر ایک گائے کا بچھڑا تھا اور اسے جنگل میں لے جاکر اللہ تعالیٰ سے عرض کی یا اللہ! یہ بچھڑا تیری امان میں ہے۔ میرے بیٹے کے لئے جب تک وہ بڑا نہ ہو، یہ گائے تیرے سپرد ہے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ وہ گائے جنگل میں رہتی جس جس کو دیکھتی ڈر کے مارے بھاگ جاتی، الخ (اخرجہ جزیر عن ابن عباس موقوفاً مظہری، جلد ۱، صفحہ ۴۲)

فائدہ: اس سے اولیاء اللہ کی شان کا اندازہ لگایئے۔

ثالثاً) یہ کہ گائے کے بعض کے ساتھ لگانے سے زندہ کرنے کے کیا معنیٰ۔ اس کے متعلق بزرگوں نے فرمایا ہے کہ گائے سببِ ظاہری بھی ہے اور ولی کے ساتھ متعلق بھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس طویل بیان سے یہ ظاہر فرمایا کہ میری قدرتوں کا اظہار میرے اولیاء کے متعلقات سے بھی ہوتا ہے۔ دیکھئے اس گائے کا حال کہ جب اسے ولی سے نسبت ہوئی تو ہمیں اس سے ایسا پیار ہوا کہ اسے مظہر قدرت بنادیا کہ اس کے ذریعہ مردہ زندہ کردیا۔

ان وجوہ کے بعد: نادان لوگوں سے پوچھئے کہ کیا محبوبِ سجانی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس گائے کی دم کی ہڈی سے بھی کم ہیں۔ جب ولی کی گائے مردہ زندہ ہونے کا سبب بن سکتی ہے تو ولیوں کے ولی اور غوثوں کے غوث کی دعا میں مردہ زندہ کرنے کی تاثیر کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مردہ کو ایک ولی کی گائے کی ایک ہڈی سے زندہ فرمایا تو کون سا اشکال ہے کہ اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دعا سے مردہ زندہ کردے۔ بھائیو! یہ لوگ اولیاء کی کرامت کو انکار نہیں کررہے بلکہ اسی انکار سے دراصل قادر قدیر کی قدرت سے منکر ہو رہے ہیں۔ (ولکن لا یشعرون)

اس واقعہ قرآنیہ سے ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کی شان کو ظاہر کرنے کے لئے اپنی قدرت بالخصوص مردوں کو زندہ کرنے کا اظہار بندوں سے کراتا ہے۔ مزید تشریح و تحقیق فقیر کے رسالہ "غوثِ اعظم کی کرامت اور بڑھیا کا بیڑا" میں پڑھئے۔ (اویسی غفرلہٗ)

اس سے گھبر ایااور اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اسے خوب دوڑایا۔ شب بھر میں تیزی سے اونٹنی دوڑتی رہی یہاں تک کہ صبح کی نماز میں نے مدینہ پاک آکر پڑھی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایااے حویرث میں تیری بات ٹھکرا تو نہیں سکتا لیکن اس کی تصدیق ضروری ہے۔ جاؤ فلاں بستی کے بوڑھے لوگ زندہ ہیں جنہوں نے دورِ جاہلیت پایاہے، ان سے معلومات کرو کہ یہ شخص کیسا تھا مسلمان تھا یا کافر؟ بوڑھے بولے اے امیر المؤمنین ہم اسے خوب جانتے ہیں وہ کافر تھا اور دورِ جاہلیت میں مرا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ الحمد للہ یہ شخص کافر تھا، مسلمانوں میں سے نہیں تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوڑھوں سے اس کا عمل پوچھا تو کہا کہ وہ مہمان نواز نہیں تھا۔[31]

(۵۷) ابراھیم علیہ السلام کے پرندے:

ابو الجوزاء رحمہ اللہ نے آیت:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ۔(البقرۃ:۲/۲۶۰)

ترجمہ کنزالایمان: اور جب عرض کی ابراہیم نے اے رب میرے مجھے دکھادے تو کیونکر مردے جلائے گا فرمایا کیا تجھے یقین نہیں، عرض کی یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتاہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ۔(البقرۃ:۲/۲۶۰)

ترجمہ کنزالایمان: تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلالے۔

یعنی پھر انہیں بلایئے وہ تمہارے بلاوے کو جواب دیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ آپ انہیں ذبح کریں پھر پرندوں کو اپنے پاس بلائیں، چنانچہ آپ نے ذبح کر کے ان کی کھال اتاری اور ان کا گوشت ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پھر تمام گوشت آپس میں ملا دیا، آپ نے ان کا گوشت اور خون ایک دوسرے کے ساتھ ملایا۔ یہاں تک کہ گوشت اور خون کے علاوہ ان کے چڑے اور پھر سب کو ریزہ ریزہ کر کے ایک جز بنایا۔ حکم ہوا اس کے تمام گوشت و پوشت کو یکجا کریں۔ پھر حکم ہوا:

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا۔(البقرۃ:۲/۲۶۰)

ترجمہ کنزالایمان: پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ویسے ہی کیا جیسے انہیں حکم ہوا، پھر ان کے نام لے کر انہیں بلایا تو ہر ایک کا خون اور پر گوشت علیحدہ علیحدہ ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۔(البقرۃ:۲/۲۶۰)

ترجمہ کنزالایمان: اور جان رکھ کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

---

31) تبصرہ اویسی غفرلہٗ: اس طرح کے متعدد واقعات ہیں۔ فقیر نے "قبر کے عذابی" اور "اخبار القبور" میں درج کئے ہیں۔ اس سے واضح ہوا کہ جو مہمان کی خدمت نہیں کرتا اور اسے کھانا وغیرہ نہیں کھلاتا اس کی سزا یہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ اویسی غفرلہٗ

(۵۸) بنی اسرائیل کے عجیب لوگ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل میں عجیب و غریب واقعات ہو گزرے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ چند رفقاء سیر و سیاحت کے لئے گھر سے نکلے، ان کا ایک قبرستان سے گزر ہوا۔ ان میں سے ایک نے کہا یہاں دو گانہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اگر گورستان سے مردہ زندہ کرے وہ ہمیں موت کے بعد کے حالات بتائے۔ چنانچہ ہر ایک نے دو گانہ پڑھ کر دعا مانگی تو ایک مردہ قبر سے سر کے بال جھاڑتا ہوا باہر نکلا اور اس کے ماتھے سے سجدے کے نشانات نظر آتے تھے، کہا اے لوگو! تم کیا چاہتے ہو مجھے تو مرے ہوئے ایک صدی گزری ہے لیکن تاحال سکرات کی تلخی محسوس ہو رہی ہے۔ دعا مانگو تاکہ میں واپس قبر میں چلا جاؤں۔[32]

(۵۹) عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں سام بن نوح علیہ السلام کا زندہ ہونا:

معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ سام بن نوح یہاں ہمارے قریب مدفون ہیں، آپ اسے اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے زندہ کریں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے بار بار بلایا لیکن جواب نہ پایا تو اسرائیلیوں نے کہا یہاں قریب ہی قبر پر کھڑے ہو کر بلائیے۔ چنانچہ آپ نے قبر پر جا کر اسے بلایا تو وہ سفید بالوں والا تھا۔ بنی اسرائیل نے کہا کہ جب مرا تھا تو وہ نوجوان تھا لیکن یہ سفید بال کیسے؟ آپ نے سام بن نوح سے پوچھا تو عرض کی یہ وہی سکرات کا جھٹکا تھا جس کے خوف سے میرے بال سفید ہو گئے۔

(۶۰) مردہ عورت زندہ ہوگئی:

احمد بن عدی بن حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے کوفہ کے ایک بوڑھے سے سنا، اس نے فرمایا کہ ہمارے یہاں ایک عورت مر گئی، ہم اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے لگے تو وہ جنازہ پڑھنے سے پہلے متحرک ہوئی اور کفن ہٹا کر اُٹھ بیٹھی۔ اس کے بعد ایک عرصہ تک زندہ رہی، اس کے بچے بھی پیدا ہوئے۔

(۶۱) دو بچے نیک بی بی کے:

حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی صالحہ خاتون جو اپنے شوہر کی خوب خدمت کرتی، ایک بار اس کے دو بچے کنوئیں میں ڈوب کر مر گئے۔ لوگوں نے انہیں کنوئیں سے نکال کر غسل دے کر کفنا دیا۔ وہ نیک خاتوں کہہ رہی تھی کہ ان کی موت کی اطلاع ان کے باپ کو نہ دینا میں خود ہی اسے بتاؤں گی۔ چنانچہ اس کا شوہر سفر سے گھر واپس آیا۔ خاتون نے کھانا پیش کیا، شوہر نے کہا بچوں کو بلاؤں وہ میرے ساتھ کھانا کھائیں۔ خاتون نے کہا وہ آرام کر رہے ہیں۔ شوہر نے کہا جب تک وہ نہیں آتے میں کھانا نہیں کھاتا۔ یہ کہہ کر ان کے نام سے انہیں پکارا تو انہوں نے زندہ ہو کر باپ کو جواب دیا یعنی اللہ تعالیٰ نے اس خاتون کی نیکی اور شوہر کی خدمت گزاری کی برکت سے ان کی روح واپس لوٹا دی۔

(۶۲) شهید مجاهد زنده:

ایک قوم دریائی سفر کر کے کہیں جنگ کے لئے جا رہی تھی، راستہ میں نیم مردہ پڑا تھا اور بولا کہ مجھے بھی ساتھ لے لو۔ مجاہدوں نے پہلے تو انکار کیا لیکن اس کی حالت دیکھ کر رحم آیا اور ساتھ لے لیا۔ اس کے بعد مجاہدین نے دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ اس نوجوان کی حالت غیر ہوگئی، وہ وہیں کسی دشمن کے تیر سے شہید بھی ہوئے۔ جب مجاہدین فراغت پا کر واپس ہونے لگے تو اس شہید کا سر اُٹھا اور ان کا استقبال کیا اور ساتھ ہی یہ آیت پڑھتا تھا:

---

[32] جب بنی اسرائیل کے ان نیک بندوں کی دعا سے اللہ نے مردے کو زندہ کر دیا تو اپنے محبوب کی امت میں موجود ولی کی دعا سے بھی مردے زندہ اور پریشانیاں دور فرما سکتا ہے۔ کاشف مدنی

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَّالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ۔(البقرۃ:۲/۲۶۰)

ترجمہ کنزالایمان: یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لئے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد عاقبت پرہیز گاروں ہی کی ہے۔

پھر آنکھیں بند کر دیں اور مر گیا۔

(۲۳) حکایت:

ایک عورت کا بیان ہے کہ میرا شوہر مر گیا۔ ہم نے اسے دفن نہ کیا وہ اپنے گھر میں تھا۔ رات کو غیبی آواز سنی جس سے ہم گھبرا گئے۔ میرا لڑکا اس آواز سے گھبرا کر میری چادر میں چھپ گیا۔ وہ آواز ہمارے قریب آگئی اور وہ سر کٹا ہوا تھا، اس سے آواز آرہی تھی کہ اے فلاں تجھے دوزخ کی خوشخبری ہو، اس لئے کہ تو نے ایک نفسِ مؤمن کو قتل کیا ہے۔ یہ کہتے ہوئے مردہ کے پاؤں میں داخل ہو کر اس کے سر سے باہر ہوا، پھر اس کے سر سے داخل ہر کر اس کے پاؤں سے باہر نکل گیا اور بار بار یہی کہتا تھا اے فلاں تجھے دوزخ کی خوشخبری ہو۔ پھر دیوار کے اوپر چڑھ کر یہی اعلان کیا اور اس کے بعد وہ آواز منقطع ہو گئی۔

(۲۴) حکایت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مریض کے ارد گرد بیٹھے تھے اچانک وہ ساکت ہو گیا یہاں تک کہ اس کی سانس بھی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ہم نے اس کی آنکھیں بند کیں اور مردہ سمجھ کر چارپائی پر لٹا دیا۔ اس کی تجہیز و تکفین کی تیاری کی اور اسے غسل دینا چاہا تو متحرک ہوا، ہم نے کہا سبحان اللہ ہم نے تمہیں مردہ سمجھا تُو تو زندہ ہے۔ اس نے کہا واقعی میں مر گیا تھا اور مجھے قبر میں لایا گیا اور میری قبر کو کاغذوں سے ڈھانپا گیا۔ اچانک ایک عورت آئی جو نہایت کالی سیاہ اور بدبودار تھی وہ کہنے لگی یہی ہے وہ فلاں جس کے یہ جرائم ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یعنی ایسے گندے کرتوت بتا رہی تھی جنہیں سن کر میں شرما گیا۔ میں نے کہا مجھے اس عورت سے بچاؤ۔ اس نے کہا چلئے ہم کسی سے فیصلہ کرائیں۔ ہم فیصلے کے لیے ایک وسیع میدان میں گئے اس میں چاندی کا فرش تھا اس کے کنارے ایک مسجد تھی اس میں ایک نیک انسان نماز پڑھ رہا تھا اور نماز میں سورۂ نحل کی تکرار کر رہا تھا۔ میں نے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دے کر کہا کہ سورۃ تیرے ساتھ ہے اور سورۃ النعم نعمتوں والی سورۃ ہے، پھر ایک تکیہ مجھے دیا جو اس کے قریب پڑا تھا۔ اس میں تکیہ سے ایک صحیفہ نکالا اس میں شاید میری نیکیوں کا ذکر تھا وہ کالی سیاہ عورت نے جلدی سے اس نیک مرد کو کہا کہ فلاں فلاں جرائم کا مرتکب ہے۔ اس پر میں نے حسین چہرہ والے کو دیکھا وہ میرے محاسن بیان کرنے لگا۔ اس نیک مرد نے کہا یہ شخص اپنے نفس سے ظلم کرنے والا ہے اس نے واقعی غلطیاں کیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ اب نہ مرے گا۔ اس کی موت پیر کے دن میں مقرر ہے۔ پھر اس نے ہمیں(عزیزوں، رشتہ داروں کو) کہا اگر میں پیر کے دن مروں تو سمجھنا کہ مجھے وہی نصیب ہو گا جو مجھے دکھایا گیا ہے اور میں نے تمیں بتا دیا، اگر میں پیر کے دن نہ مروں تو سمجھنا کہ یہ میرا ہذیان ہے جو درد کی وجہ سے عموماً بیماری میں لایعنی نکلتی رہتی ہیں۔ اس کے بعد وہ مرد تندرست ہو گیا، جب پیر کا دن آیا تو عصر کے وقت گر پڑا اور سی وقت مر گیا۔

فائدہ: اس واقعہ میں یہ بھی ہے کہ مرادی نے کہا کہ میں نے اس سے پوچھا کہ حسین چہرہ والا کون تھا، جس سے خوشبو مہک رہی تھی؟ اس سے میں نے پوچھا تُو کون ہے؟ جواب دیا میں تیرا نیک عمل ہوں۔ میں نے کہا وہ کالی سیاہ عورت کون تھی جس سے بدبو پھیل گئی؟ کہا گیا کہ اس کے برے عمل ہیں، اس طرح کا ملتا جلتا کلام کیا۔

فقط والسلام

الحمدللہ یہ ترجمہ فقیر نے مکہ معظمہ میں شروع کیا۔ عمرہ کے بعد چند دن مدینہ طیبہ میں فارغ اوقات میں لکھتا رہا۔ اعتکاف کے دنوں میں ترجمہ روک دیا کیونکہ نجدی میرے جیسے کو ستاتے ہیں اور جو لکھا جاتا اور جس کتاب سے لکھا جاتا ہے وہ چھین لیتے ہیں، کبھی گرفتار کر کے سخت سے سخت اذیتیں دیتے ہیں۔ اعتکاف کی فراغت کے بعد عزیزم مفتی محمد صالح اُویسی رحمہ اللہ علیہ کی وفات سے ذہن ماؤف ہو گیا لیکن اس کے باوجود بہاولپور واپس آکر ترجمہ مکمل کیا۔

الحمد للّٰہ علی ذلک

وصلّی اللّٰہ حبیبہ الکریم الامین و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

۴ شوال المکرّم ۱۴۲۵ھ